مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں درس القرآن شروع فرما دیا ہے۔

ایجنٹ صاحب و چیف انجنیر صاحب نارتھ ویسٹرن ریلوے کی طرف سے ناظر صاحب امور عامہ کو سرکاری طور پر اطلاع دی گئی ہے۔ کہ بٹالہ قادیان ریلوے ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء سے پبلک استعمال کے لئے کھولدی جائیگی۔ اس کے متعلق بعض انجمنوں کو محکمہ ریلوے کی طرف سے براہ راست بھی اطلاع بھیجی جائیگی۔ ٹائم ٹیبل سے بعد میں اطلاع دی جائے گی :

احمدیہ ٹورنامنٹ ۲۱ نومبر سے شروع ہو کر ۲۳ نومبر کو اختتام پذیر ہوگا :

افسر مال صاحب گورداسپور ریلوے کی طرف سے زمینداروں کے ساتھ قیمت کا تصفیہ کرنے کیلئے قادیان آئے :

خان نعمت اللہ خانصاحب انور جو بہت مخلص احمدی تھے۔ بعارضہ نمونیہ چند روز بیمار رہکر ۱۸ نومبر کو فوت ہوگئے۔ اور مقبرہ بہشتی میں

احمدیہ مشن لنڈن کیلئے خواتین کا چندہ

خواتین کے چندہ کے متعلق نہایت خوش کن اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ اور امید ہے بہت جلد مطلوبہ رقم پوری ہو جائیگی۔ ذیل میں دو تازہ اطلاعات درج کی جاتی ہیں :۔

(۱) اخبار الفضل کی پہلی ہی تحریک پر انجمن احمدیہ گوجرانوالہ کی مستورات نے جلسہ کر کے تحریک کو عملی جامہ پہنایا۔ اور اسی دن تین سو روپیہ کے قریب رقم اکٹھی ہو گئی۔ جو ناظر صاحب بیت المال کو روانہ کر دی جائیگی۔ چند وعدے ابھی قابل وصول ہیں۔ مستورات کو اپنے نام تحریک پڑھکر بے حد شوق اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسی تحریک ایمان کیلئے اعلیٰ تحریک پیدا کرتی ہے : شیخ نذیر احمد سب انجمن احمدیہ گوجرانوالہ

(۲) مبلغ تیئس ۲۳ روپیہ بابت چندہ احمدیہ مشن لنڈن زیر فرمان حضرت خلیفۃ المسیح بہ تفصیل ذیل ۱۷ روپیہ میرے گھر کی مستورات کی طرف سے اور ۶ روپیہ غیر احمدی مستورات کی طرف سے بذریعہ منی آرڈر حضرت اقدس کے توسل سے روانہ کرتا ہوں :

خاکسار نبی بخش از سنتوکداس

چندہ جلسہ سالانہ اور احمدیہ جماعتیں

سالانہ جلسہ کے چندہ کی فراہمی میں ابھی ایسی سرگرمی معلوم نہیں ہوتی جس کی ضرورت ہے۔ احباب کو جلد ادھر متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں ایک دو تازہ اطلاعات درج ذیل کی جاتی ہیں :۔

اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ کیمبل پور کی جماعت احمدیہ نے جلسہ سالانہ کے اخراجات کی تحریک میں بہت جوش سے حصہ لیا ہے۔ اور امید ہے خاص کیمبل پور کا چندہ پچھلے سال کی نسبت دوگنا ہوگا۔ بعض احباب نے ۱۵ فیصدی کے حساب سے اور بعض نے ۲۰ فیصدی کے حساب سے حصہ لیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ۲۵ فیصدی کے حساب سے ۱۲۵ روپے کا وعدہ لکھایا۔

حکیم محمد بخش صاحب امیر جماعت باوجود ضعیف العمری اور ضعف بصارت نہایت سرگرمی سے فراہمی چندہ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

چوہدری فقیر محمد صاحب کورٹ انسپکٹر بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزا دے۔

خانپور ریاست پٹیالہ کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ کہ چندہ جلسہ سالانہ کے

بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلّا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے۔ کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھکو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جل شانہ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدّث مراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ فان یک فی امتی منھم احدٌ فعمر۔ صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ ..... راقم خاکسار غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالہ اوہام

۳ فروری ۱۸۹۲ء

اس اعلان کے بعد حضور نے ایک مدت دراز تک کبھی اپنے آپ کو نبی نہیں بتایا۔ حتیٰ کہ جزوی نبی اور ناقص نبی تک کے الفاظ کو بھی جو کہ حضور کی اصطلاح کے رو سے محدّث کے ہم معنے تھے۔ بکلی ترک کر دیا۔ اور اپنے آپ کو صرف محدّث بتاتے رہے۔ اور اس عرصہ میں جماعت میں سے کسی نے بھی کبھی حضور کو نبی نہیں کہا یا لکھا۔ اور اگر کسی ناواقف شخص نے کبھی آپ کی طرف نبی کے لفظ کو منسوب کیا۔ اور حضور کو اس بات کا علم ہوا۔ تو حضور نے بڑے زور سے اس کی تردید فرمائی۔ چنانچہ حضور کی کتاب انجام آتھم سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے اپنے رنگ میں حضور کی تائید میں ایک مضمون شائع کیا۔ مگر اس میں اس نے حضور کی طرف دعویٰ نبوت کو منسوب کیا جس کے جواب میں حضور نے انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ پر حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ "اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔"

غیر نبی کیلئے لفظ نبی کا استعمال

۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کو ایک مکتوب میں جو اخبار الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔ جبکہ حضور اپنے آپ کو نبی نہیں۔ بلکہ محدث ہی سمجھتے تھے حضور نے تحریر فرمایا۔

"بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے۔ جو ایسا سمجھتا ہے۔ کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا۔ اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ الفاظ نہیں آنے چاہئیں۔"

اسکے خلاف تمام جماعت کا اجماع ناممکن ہے

ان ارشادات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو غیر نبی سمجھتے ہوئے اور آپ کا درجہ صرف محدثیت تک محدود مانتے ہوئے آپ کے لئے لفظ نبی کو استعمال کرنا (اور استعمال بھی اس کثرت سے کرنا کہ سالہا سال تک متواتر اور مسلسل طور پر بار بار حضور کو نبی اور رسول کے الفاظ سے ہی پکارتے چلے جانا) حضور کے احکام کے منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ جب تک حضور اپنے آپ کو غیر نبی یعنی محدّث سمجھتے رہے۔ حضور نے کبھی بھی اپنے آپ کو نبی اور رسول نہیں بتایا۔ ہاں جب خدا تعالےٰ کی طرف سے متواتر الہامات اور وحی الٰہی نے حضور کے لئے اس امر کو بالکل روشن اور واضح کر دیا کہ آپ نبی اور رسول ہیں۔ تو اس کے بعد حضور نے اپنے آپ کو برابر نبی اور رسول لکھنا اور کہلانا شروع فرما دیا۔ اور اس کثرت اور تواتر سے اسے اپنے لئے استعمال کیا۔ کہ کسی چشم بینا رکھنے والے سے آپ کی نبوت اور رسالت کا مخفی رہنا ممکن نہ رہا۔

کسی اصطلاح کے جدید معنی بنانا

علاوہ اس کے لفظ نبی ایک شرعی اصطلاح ہے۔ جس کے شرعی اصطلاحی معنے کو چھوڑ کر کسی اور معنے میں اسے استعمال کرنا درست ہی نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسئلہ نبوت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک اصطلاح کے جدید معنے اپنے پاس سے بنا لینا درست نہیں ہے۔" (اخبار بدر جلد پنجم نمبر ۲۳ صفحہ ۴ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء)

پس یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام جماعت حضور کی تعلیم کے سراسر خلاف ایک محدّث کو نبی یا ایک نبی کو محدث کہنے پر اتفاق اور اجماع کرلے۔ جو حضور کی تعلیم کی رو سے سراسر ناجائز اور نادرست بات ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کارروائیوں کو دجالی زمانہ کا ایک فتنہ قرار دیا ہے۔ جیسا فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں لوگ شراب کا کوئی اور نام رکھکر جو کسی حلال چیز کا نام ہوگا اسے حلال ٹھہرانے لگیں گے۔ اور قرآن کریم نے ایسی کارروائی کا نام قول منکر اور زور رکھا ہے۔ جیسا کہ سورہ مجادلہ کی اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے۔ الذین یظاھرون منکم من نسائھم ما ھن امھاتھم۔ ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم۔ وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا۔ (تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو کہدیں۔ کہ اب سے تم ہماری مائیں ہو۔ تو ان کے ایسا کہدینے سے وہ عورتیں ان کی مائیں نہیں ہو جائیں گی۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں۔ جنہوں نے ان کو جنا ہے ہاں ایسا کہنے سے یہ لوگ ایک مکروہ غلط اور جھوٹی بات کے کہنے کے مرتکب ضرور ہو جائیں گے۔) بلکہ ایسی کارروائی سے سورہ احزاب میں مسئلہ ختم نبوت کے ذکر کے ذیل میں بھی روکا گیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ وما جعل ازواجکم اللائی تظاھرون منھن امھاتکم وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (۱۲) (اللہ تعالےٰ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں رکھے۔ اور نہ تم لوگوں کی بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو۔ تمہاری مائیں قرار دیا ہے۔ اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے ٹھہرایا ہے۔ یہ محض تمہاری اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اور حق اور سچ وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ اور درست راہ بتانا بھی اسی کا کام ہے۔

غیر نبی کو نبی سمجھنا

غرض ان ارشادات اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔ کہ کوئی احمدی حضرت اقدس کو نبی نہ سمجھنے کی بلکہ محدث سمجھنے کی حالت میں آپ کے لئے لفظ نبی یا رسول کا اطلاق جائز سمجھے۔ بلکہ ایسی صورت میں تو حضور کو ناقص نبی یا جزوی نبی کہکر پکارنا بھی حضور کے صریح ارشاد کی نافرمانی اور حکم عدولی ہے۔ پس یہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو نبی نہ سمجھنے بلکہ محدث سمجھنے کی صورت میں بھی آپ کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ بولے جا سکنے پر فریقین کا اتفاق ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ اس کے خلاف پر یعنی اس بات پر فی الحقیقت فریقین کا اتفاق ہے۔ کہ جو نبی ہو اسی کو نبی کہا جائے۔ اور جو نبی نہ ہو اسے نبی نہ کہا جائے۔ یہ دھوکہ مولوی صاحب نے بعض اپنی سابقہ تحریرات پر پردہ ڈالنے اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے نبوت کو چھپانے کی غرض سے جماعت کو دینا چاہا ہے۔ اور جماعت کو انہوں نے اسی فتنہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ جس سے نکالنے کے لئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد اعلانات شائع فرمائے تھے۔

چونکہ مولوی صاحب خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پہلے اعلان کے ساتھ ہی ان الفاظ کے استعمال کو من کل الوجوہ بکلی ترک کر دیا تھا۔ اور پھر ایک عرصہ دراز کے بعد حضور نے بار بار اپنے تئیں نبی اور رسول کہنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اور اس حقیقت کے ظاہر ہو جانے سے تبدیلی عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متعلق نبوت کا مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ جس کا صاف ہو جانا مولوی صاحب کی اغراض کے منافی ہے۔ اس لئے مولوی صاحب دھوکہ سے کام لیکر جماعت کو پھر اسی فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہیں جس سے نکالنے کیلئے حضور نے متعدد اعلانات شائع فرمائے تھے۔

(باقی) خاکسار محمد اسمٰعیل قادیان

جریدۂ "تبلیغ" کی غلط بیانیاں

جریدۂ "تبلیغ" انبالہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء میری نظر سے گذرا۔ جس میں ایک مضمون "مدیر" کا اور دوسرا بطور روئداد جلسہ سیکرٹری تبلیغ الاسلام منصوری کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ چونکہ ان دونوں نے جماعت احمدیہ منصوری کی نسبت حد درجہ کی کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے بندگان خدا کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ للہٰذا میں نے ضروری سمجھا۔ کہ ان کی تردید بذریعہ اخبار ہی کر دی جائے۔

منصوری میں ملانوں کا جلسہ

مدیر صاحب لکھتے ہیں۔ "منصوری میں ۱۰۔۱۱۔۱۲ اگست کو تبلیغ الاسلام کا جلسہ بڑی کامیابی سے منعقد ہوا۔ سنا گیا ہے۔ کہ منصوری کی قادیانی جماعت نے اس جلسہ کے انعقاد میں بہت سی روکاوٹیں ڈالیں۔ اور بعض بڑی حیثیت کے مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے تھے"۔

میں مدیر صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کیا ان کے پاس اس افترا پردازی کا کوئی ثبوت ہے؟ اگر ہے۔ تو اسے پیش کریں۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ جماعت احمدیہ کو کیا ضرورت تھی۔ کہ ان ملانوں کے جلسے میں روکاوٹ پیدا کرتی۔ جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ان مولویوں کی مخالفت اور کذب بیانی جو یہ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے خلاف کرتے رہتے ہیں ہمیشہ ہمارے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔ اور جن لوگوں کو احمدیت کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ یہ نادان خود اپنے فعل سے ان کی توجہ کو احمدیت کی طرف مبذول کر دیتے ہیں۔ جلسہ سے قبل حکام کی طرف سے ہم سے دریافت کیا گیا۔ کہ تمہیں اس جلسہ کے انعقاد پر کوئی اعتراض تو نہیں اس پر ہم نے یہی جواب دیا۔ کہ نہیں۔

اپنے منہ میاں مٹھو

پھر مدیر "تبلیغ" خود اپنی تعریف میں اسی صفحہ میں لکھتے ہیں۔ "بحمد اللہ خاکسار مدیر کی دو گھنٹہ تقریر ہوئی۔ اور لوگ اس سے متاثر ہوئے"۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ ناظرین الفضل کو یاد ہو گا۔ کہ کسی گذشتہ اشاعت میں ایک غیر احمدی دوست کا مضمون "علما سوء" کی سرخی کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اور انھوں نے منصوری کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ ایک صاحب نے تو نجات اور شفاعت کے مسئلہ پر وہ گوہر افشانی کی۔ کہ عیسوی کفارہ کو بھی مات کر دیا۔ یہ ریمارک مدیر صاحب کی تقریر پر تھے۔ اسی پر بس نہیں۔ مدیر صاحب نے بعض لغو اور فضول عقائد اسلام کی طرف منسوب کر کے غیروں کو استہزا اور اعتراض کا موقعہ دیا۔ چنانچہ آریوں نے ان کے جلسے کے معاً بعد ٹاؤن ہال میں دو دن تقریریں کیں۔ اور ان کی تقریر پر سخت اعتراض کرتے ہوئے چیلنج دیا۔ کہ "بلاؤ ان مولویوں کو ذرا آئیں اور ہمارے مقابلہ میں صداقت اسلام ثابت کریں"۔ اور کہا کہ اُن کے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ عوام کے سامنے پُرانے قصے بیان کر دئے۔ اور جہلائے سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے لگا دئیے"۔ یہ حضرت اور ان کے ساتھی ملانے جو باہر سے جلسے کے لئے آئے تھے۔ دوسرے ہی دن ... بھاگتے نظر آئے۔ ہاں دو دیوبندی مولوی جو پہلے سے منصوری میں موجود تھے۔ ان لیکچروں میں شامل ہوئے۔ لیکن ان کو اتنی جرأت نہ ہوئی۔ کہ جواب دیتے اور اس طرح سے اسلام کے لئے موجب ہتک ہوئے۔ پھر انہی صاحب کی تقریر تھی جس پر بعض غیر احمدی تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں نے یہ ریمارک کیا "کہ تبلیغ الاسلام والے ایسے غیر معقول لوگوں کو بُلا کر قوم کا روپیہ ضائع اور برباد کرتے ہیں۔ کہ جن کی تقریر کا نہ سر ہے نہ پیر"۔ ناظرین انصاف فرمائیں۔ ایسی حالت میں مدیر "تبلیغ" خود اپنی تعریف نہ کریں۔ تو اور کون کرے۔

جمعیۃ تبلیغ کیا کر رہی ہے

پھر آپ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲ پر کسی شخص کے اس استفسار کے جواب میں کہ "کیا احمدی جمعیۃ تبلیغ میں شامل ہیں"۔ لکھتے ہیں۔ "یہ جمعیۃ ایسی آلایش سے پاک ہے"۔ واقعی احمدیوں کا ایسی جمعیۃ اور تبلیغ سے کیا واسطہ۔ جس کے اراکین اور حامیان میں سے ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہو۔ جن کا شیوہ صرف یہ ہو۔ کہ "بڈھا ہارے یا جوان ان کو اپنے حلوے مانڈے سے کام"۔ اگر یہ انجمن واقعی تبلیغی انجمن ہوتی۔ تو احمدیوں کا بھی اس سے ضرور تعلق ہوتا۔ لیکن ہمارا تجربہ بتلا رہا ہے۔ کہ یہ لوگ امت خیر الانام کی تخریب کے درپے ہیں۔ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو متحد کریں۔ ان میں قومی روح پھونکیں۔ کفر بازی اور فتنہ پردازی اور نفاق پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ اور اگر کہیں غیروں سے مقابلہ پڑ جائے تو بعض اپنے وقت کی قیمت سو روپیہ۔ اور پچاس روپیہ روزانہ کے حساب سے مانگ کر اپنا پیچھا چھڑا ئیں گے۔ جیسا کہ منصوری میں ہوا۔ ملکانوں میں ارتداد ہو۔ تو احمدی انسداد کرتے ہوئے نظر آئیں۔ غیر ممالک میں تبلیغ الاسلام کریں۔ اور اسلامی جھنڈا گاڑیں تو احمدی۔ اچھوتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ تو احمدی۔ بانیٔ اسلام پر جب کوئی راجپال اور مدیر ورتمان جیسا بدزبان حملہ کرے۔ اسکے اندفاع کا بندوبست کریں۔ تو احمدی۔ عیسائیوں اور آریوں سے مقابلہ ہو۔ اور ان کے مقابلہ پر اگر کوئی نظر آئے تو احمدی۔ پھر ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ کہ "تبلیغ الاسلام" کس مرض کی دوا ہے۔

مرتضےٰ احسن کی تقریر

پھر صفحہ ۱۲ پر دیوبندی واعظ مرتضےٰ احسن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مرتضےٰ احسن صاحب نے قادیانی مذہب پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کر دیا۔ کہ اسلام کے اصول تباہ کرنے والی یہ جماعت ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کا حوالہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے عقائد سے آگاہ کیا ...... اور ثابت کیا۔ کہ مرزا صاحب کے ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

اگر واقعی ایمانداری اور دیانت داری اسی کا نام ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں سے چند اقتباسات پڑھ کر ان کا غلط مفہوم پبلک کے سامنے پیش کر کے اور اس کے ماقبل اور مابعد کو بددیانتی سے چھپا کر لوگوں کو احمدیت کی نسبت غلط فہمی میں مبتلا کیا جائے تو واقعی مرتضےٰ احسن صاحب اپنا کام پورا کر گئے۔ لیکن چونکہ اپنی تلبیس کی قلعی کھلنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے وہ یہ انتظام کرتے گئے کہ احمدیوں سے ملنا ہی حرام قرار دے دیا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ لوگ احمدیوں سے ملے۔ اور انکی مولویانہ افترا پردازیوں کا پول کھلا۔ اگر واقعی جو کچھ وہ بیان کر گئے سچ تھا۔ تو کیوں تبلیغ الاسلام منصوری کو جماعت احمدیہ منصوری کے چیلنج کو منظور کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ان حامیان تبلیغ نے اس تلخ پیالے کو اپنی حیلہ بازیوں سے ٹالنا چاہا۔ اور ہمارے مطالبہ کو پورا نہ کیا۔ ورنہ اگر مناظرہ ہو جاتا۔ تو پبلک پر ان جبہ پوشوں کے جھوٹ کی قلعی اچھی طرح سے کھل جاتی۔

مقابلہ میں آئیں

اب بتلائیں "تبلیغ الاسلام" والے کہ کیا یہی وہ دلائل ہیں۔ جن کی نسبت اپنی رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ "تمام مذاہب کے لوگ دم بخود تھے۔ اور ایک سکتہ کا عالم طاری تھا"۔ اگر صداقت ہے اور جرأت ہے۔ تو ہمارے مقابلہ میں آئیں اور ہمارے مطالبہ کو پورا کریں۔ ورنہ بے ہودہ گوئی اور جھوٹ سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیا ان مولویوں نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ اس نور کو جو آسمان سے اس تاریکی کے زمانے میں اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے نازل کیا۔ بجھا دینگے۔ ہرگز نہیں۔ دیوبندی ملانے تو کیا۔ اگر تمام روئے زمین کے مولوی بھی اکٹھے ہو جائیں۔ تو وہ بھی اپنی مخالفانہ کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ وہ یاد رکھیں۔ اور خوب یاد رکھیں۔ کہ احمدیت حقیقی اسلام ہے۔ اس کی ترقی آسمان پر مقدر ہو چکی ہے۔ اور جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے غلاموں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ سعید روحیں روز بروز اس عظیم الشان انسان کی غلامی میں داخل ہو رہی ہیں۔ اور ان مولویوں کی مخالفت آوازان پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔

منصوری کی تنظیم کمیٹی

پھر وہ لکھتے ہیں:۔ "منصوری کی تنظیم کمیٹی کے سکرٹری منشی عبدالحی صاحب قادیانی حکمت عملی سے بن گئے تھے .... مرتضےٰ احسن صاحب .... نے قادیانی عقائد سے واقف کرانے کے بعد دریافت کیا۔ کہ کیا ایسا شخص تنظیم کا سکرٹری رہ سکتا ہے۔ تمام مسلمانوں نے بآواز بلند کہا۔ ہرگز نہیں۔ اس کے بعد باقاعدہ ریزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوا۔ کہ ان کو تنظیم کے سکرٹری کے عہدے سے علیحدہ کیا جائے اور طے پایا۔ کہ آئندہ کسی اسلامی جماعت میں کسی قادیانی کو شامل نہ کیا جائے"۔

چہ خوش! یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔ کہ میں حکمت عملی سے سکرٹری بن گیا جب مجلس تنظیم قائم ہوئی۔ تو شیعہ۔ سنی۔ اہلحدیث۔ احمدی غرض سب فرقہ ہائے اسلامیہ کے افراد موجود تھے۔ اور سکرٹری تبلیغ الاسلام بابو عابد حسین صاحب بھی موجود تھے۔ اس وقت جب متفقہ طور پر خاکسار کو سکرٹری تجویز کیا جا رہا تھا

تو میں نے انکار کیا۔ اور صاف کہہ دیا۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ بعد میں متعصب ہستیاں میرے احمدی ہونے کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا کریں۔ لیکن اس وقت سب نے مسجد میں حلفیہ وعدہ کیا کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ اور ہم پوری امداد کرینگے۔ یہ تمام کارروائی روئداد جلسہ میں موجود ہے۔ اور کمال یہ ہے۔ کہ اس کی تصدیق میں بابو عابد حسین صاحب کے دستخط بھی ہیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اس کے بعد جب جامع مسجد میں تنظیم کے جلسے ہوئے۔ تو ان میں دیوبندی علمائنے ہی کھڑے ہو کر کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے۔ آج ہم اکٹھے بیٹھے ہیں۔ ہمارا خدا ایک۔ رسولؐ ایک۔ قرآن ایک۔ محض فروعی اختلافات ہیں لیکن وُہ ایسے نہیں۔ کہ ان کی وجہ سے ہم اکٹھے نہ ہوسکیں۔ چونکہ اس وقت ان ملانوں کو یہ خبر نہ تھی۔ کہ تنظیم کے قائم ہونے سے ہمارے حلوے مانڈے میں فرق آجائے گا۔ اس لئے وہ اس کی موافقت میں تقریریں بھی کرتے رہے۔ لیکن اب یہی لوگ تنظیم کی مخالفت کے درپے ہیں۔ دراصل وجہ یہ ہے۔ کہ اگر تنظیم کے حامی حضرات اپنے پروگرام میں کامیاب ہو جاتے۔ تو بعض مولویوں کا جنکا کام ہرسال منصوری آکر بھیک مانگنا ہے۔ چندہ بند ہو جاتا۔ کیونکہ لوگوں کو یہ سمجھایا گیا تھا۔ کہ وُہ اپنے اموال ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کو دے کر ضائع نہ کریں۔ بلکہ مقامی قومی ضروریات پر خرچ کریں۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب کا چندہ جب پچھلے سال رک گیا۔ تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا میاں کیا تنظیم تنظیم کرتے پھرتے ہو تمہاری کیا ہستی ہے۔ میں نے تو ڈاکٹر کچلو کو میرٹھ سے ناک چنے چبوا کر نکلوا دیا تھا۔ اور تنظیم قائم ہونے نہ دی تھی۔ واقعی مولانا کا فرمانا درست اور سچا ثابت ہؤا۔ اور مسلمانوں میں بجائے تنظیم اور اتفاق و اتحاد کے وُہ نفاق پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر حامیانِ تنظیم کا ارادہ تھا کہ موجودہ مدرسہ اسلامیہ کو جس کی موجودہ حالت معمولی مکتب سے بھی گری ہوئی ہے۔ مڈل سکول بنا دیا جائے۔ لیکن بعض ایسے مولوی بھی تھے جنہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر مدرسہ مڈل سکول ہوگیا۔ تو گورنمنٹ امداد اس وقت تک نہ دیگی۔ جب تک اس میں سند یافتہ استاد نہ ہوں لہٰذا ہمارا الاؤنس وغیرہ بند ہو جائیگا۔ اور بعضوں کو چندہ وصول کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ پس انھوں نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے قومی مفاد کا خون کرتے ہوئے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ اور تنظیم کی مخالفت میں ایک جماعت پیدا کر لی۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ جتنے سر برآوردہ اصحاب ہیں۔ ان کا مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سنا ہے۔ کہ اُس مدرسہ کی حالت اس بیمار کی سی ہے۔ کہ جو دم توڑ رہا ہو ؛

مخالفین تنظیم سے خطاب

پھر مخالفین تنظیم اور فساد کے حامیوں کو میں یہ تبلادینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تنظیم کے معاملات اور اس کے عہدیداروں کی نسبت خود فیصلے کرنا ایسا ہی ہے جیسے کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور میونسپل بورڈ کے عہدیداروں کو اپنے ریزولیوشنوں سے علیحدہ کر دیں۔ ان کی اس حرکت کو سوائے اس کے کہ دیوانگی پر محمول کیا جائے۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سے اب انھوں نے تنظیم کے متعلق کیا۔ چند متعصب مسلمان ایک ہی فرقے کے اکٹھے ہوئے۔ ویسے ہی ان کو ملانے مل گئے۔ اور اپنے گمان میں تنظیم کا فیصلہ کر بیٹھے ان کو معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ تنظیم کے معاملات میں دخل دینے کا انھیں کوئی حق نہیں۔ شیعہ۔ سنی۔ احمدی اور دیگر فرقہ ہائے اسلامیہ نے مل کر اسے قائم کیا۔ اور گذشتہ سال تمام فرقوں کے علماء آکر اس کی تائید میں لیکچر دے گئے۔ اور تو اور جناب مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی (جو جمعیتہ تبلیغ الاسلام کے اعلےٰ رکن ہیں) نے بھی اس کی حمایت کی اور میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ لہٰذا اس کے قواعد کے مطابق اس کے معاملات کا فیصلہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو خواہ چارہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن یہ کہیں۔ کہ ہم سب فرقہ ہائے اسلامیہ کے ساتھ خواہ احمدی ہوں۔ یا غیر احمدی۔ شیعہ ہوں یا سُنی ملکر کام کریں گے۔ اور جو اس کے خلاف کہے۔ اس کا تنظیم سے کچھ واسطہ نہیں

خاکسار سید عبدالحی احمدی۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ کوہ منصوری

لائف اینڈ ٹیچنگ

آف ہولی پرافٹ محمدؐ

یعنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح زندگی و تعلیمات پر ایک چھوٹا سا رسالہ نوشتہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز انگریزی میں دفتر ریویو آف ریلیجنز لنڈن نے شائع کیا ہے۔ ہم نے یہ مضمون از اول تا آخر ۲۲۔ نومبر کے سن رائز میں چھپوا کر شائع کر دیا ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ سکولوں کالجوں کے طالب علموں اور دیگر انگریزی دان نوجوانوں میں یہ عام اشاعت پا جائے۔ سن رائز کے خریداران کی خدمت میں تو پہونچے گا ہی۔ یہ اعلان اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارے احباب سن رائز کا یہ نمبر عام طور پر تقسیم کریں۔ ایک روپیہ پر دس پرچے دیدئے جائیں گے یعنی فی پرچہ ڈیڑھ آنہ۔ محصولڈاک علاوہ۔ اور اس سے کم فی پرچہ ۲ر قیمت ہے۔ احباب اسے تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں۔ اس میں حضرت امام علیہ السّلام کے اس ارشاد کی تعمیل ہوگی۔ کہ جو پراپیگنڈا جو اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کے خلاف ہو رہا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح اور تعلیمات و اخلاق کو عام طور سے شائع کیا جائے ؛

نیازمند۔ مہتمم طبع و اشاعت قادیان دارالامان

حلوائی کی ضرورت

ضلع منٹگمری کی ایک چھوٹی سی ریاست میں مسلمان حلوائی کی ضرورت ہے۔ دوکان اچھی چل سکتی ہے۔ جو صاحب دوکان کرنا چاہیں۔ دفتر امور عامہ سے خط و کتابت کریں۔ دوکاندار کو کم از کم دو صد روپیہ سرمایہ کا انتظام کرنا ہوگا۔ درخواست کنندہ سکرٹری یا امیر جماعت مقامی کی تصدیق متعلق احمدیت و خوش معاملگی ہمراہ بھجوائیں ؛ ناظر امور عامہ قادیان

مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں

یکم نومبر کو امرت سر میں میرا اور پنڈت دھرم بھکشو صاحب کا قرآن مجید کے الہامی ہونے پر مناظرہ ہؤا۔ میں نے قرآن مجید کی صداقت میں ان پیش گوئیوں کو بھی پیش کیا۔ کہ جو وقت پر پوری ہوئیں۔ اور ہوتی رہتی ہیں۔ اور چونکہ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی متعلقہ پنڈت لیکھرام صاحب بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اور اسلام کی سچائی کا ایک زبردست و زندہ ثبوت ہے۔ اس لئے میں نے اس کا بھی دوران تقریر میں ذکر کیا۔ پنڈت صاحب نے جواب میں کہا۔ پنڈت لیکھرام صاحب کو سازش سے قتل کرایا گیا۔ اور (حضرت) مرزا صاحب نے تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق بھی پیشگوئی کی تھی۔ جو پوری نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ قتل لیکھرام کی سازش کا ثبوت آج تک تم نہیں دے سکے۔ باقی مولوی ثناء اللہ صاحب کے مرنے کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ اور اس وقت مسئلہ زیر بحث قرآن مجید کا الہامی ہونا ہے۔ اس لئے آپ مولوی صاحب کا ذکر چھیڑ کر خلط مبحث نہ کریں ؛

میرے اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہلحدیث کے تازہ پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ ہے احمدیت کا قلعہ جو ریت کی دیوار سے بھی زیادہ کمزور ہے "؛

میں اس جگہ اپنے جواب اور مولوی صاحب کے فرمان کی معقولیت یا عدم معقولیت کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بلکہ اس امر کو ناظرین کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ ہاں اس قدر ضرور عرض کرونگا۔ کہ چونکہ وُہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرنے کا نہ تھا اس لئے اُسے زیر بحث نہ لایا گیا۔ "ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد" اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں کچھ دم خم باقی ہے۔ تو شوق سے تشریف لائیں۔ اور امرت سر کی اسی پبلک کے سامنے اس مسئلہ پر بحث کرلیں اور اگر پسند فرمائیں۔ تو پنڈت دھرم بھکشو صاحب کو بھی بطور "ظہیر" و مددگار لے آئیں۔ پھر معلوم ہو جائے گا۔ کہ احمدیت کا قلعہ ریت کی دیوار سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ یا پتھروں کی دیوار سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ کیا میں مولوی صاحب سے توقع رکھوں۔ کہ وہ اس صاف سیدھے چیلنج کو منظور کر کے میدان میں نکلینگے؟

حافظ قرآن کی ضرورت

ملتان میں ایک دوست کو اپنے بچہ کو قرآن شریف حفظ کرانے کیلئے کسی حافظ کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی احمدی حافظ اس کام کو پسند کرے۔ تو مجھے اطلاع دے۔ علاوہ رہائش و خوراک کے کچھ نقد بھی امداد کر دی جایا کریگی بہت جلد حاجتمند اطلاع دیں۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

ایک غیر مبایع مبلغ کی حضرت مسیح موعودؑ سے روگردانی

قصبہ علی پور میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۶ء ایک مناظرہ مابین غیر احمدیان وغیر مبایعین متعلق مسئلہ ولادت حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہوا۔ غیر احمدیوں کی جانب سے مناظر مولوی غلام رسول صاحب تھے۔ جنہوں نے یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ از روئے قرآن و احادیث بن باپ پیدا ہوئے۔ اور غیر مبایعین کی طرف سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور مناظر مقرر تھے جنہوں نے کہ غیر احمدی مولوی صاحب کی تردید کرنی تھی :۔

غیر احمدی مولوی صاحب نے غلط بیانی کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ گویا حضرت مرزا صاحبؑ حضرت مسیحؑ کی ولادت با باپ کے قائل تھے۔ جس کے جواب میں شیخ صاحب نے مولوی صاحب کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ افترا ہے۔ جو مولوی صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب پر باندھا ہے۔ ورنہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بھی حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اسی ضمن میں شیخ صاحب نے ایک قدم آگے بڑھکر یہ بھی اعلان کیا۔ کہ گو حضرت مرزا صاحب حضرت مسیح کو بن باپ خیال کرتے تھے۔ لیکن میں ان کو باباپ سمجھتا ہوں۔ اور میری رائے یہی ہے۔

شیخ صاحب کا اتنا ہی کہنا تھا۔ کہ غیر احمدی مولوی صاحب کو سنہری موقعہ ہاتھ لگ گیا۔ اور انہوں نے اپنی جوابی تقریر میں للکار کر کہا۔ کہ الحمد للہ آج ہمارے مجلس منعقد کرنے کا اصل مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اور بیان کیا۔ کہ گو شیخ صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باباپ سمجھنے میں غلطی پر ہیں۔ اور مجھے اس بات کا افسوس ہے۔ لیکن اس افسوس کے مقابلہ میں مجھے ازحد خوشی اس امر پر ہو رہی ہے۔ کہ شیخ صاحب اپنے پیر و مرشد امام مہدی اور مسیح کو چھوڑ رہے ہیں۔ اور ہمارا اصل منشا بھی یہی ہے۔ کہ کسی طرح مرزا صاحب کو ماننے والے لوگ ان کو چھوڑ کر ہمارے ہاں واپس آجائیں !

شیخ صاحب نے پھر اپنی تقریر میں کہا۔ کہ ہم حضرت مرزا صاحب کی ہر معاملہ میں پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔ ہم تو قرآن اور رسول کریم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اگر مسئلہ ولادت مسیحؑ کے بارے میں میرا اور حضرت مرزا صاحب کا اختلاف رائے ہے۔ تو معمولی بات ہے حنفی المذہب لوگ کئی باتوں میں بجائے حضرت امام ابوحنیفہ رح کی پیروی کرنے کے دوسرے آئمہ کی پیروی کر لیتے ہیں۔ اس کے جواب میں غیر احمدی مناظر نے بآواز بلند کہا۔ کہ الحمد للہ اب ہمیں دوسری کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ یعنی یہ کہ شیخ صاحب نے اپنے مسیح و مہدی کو عالی شان مدارج سے گرا کر حضرت امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کی طرح ایک مجتہد اور مفسر کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح وغیرہ ہم کسی منصب امامت خلافت۔ ماموریت یا مہدویت کے دعویدار نہ تھے۔ درآنحالیکہ حضرت مرزا صاحب بڑے عظیم الشان مہدویت اور نیز الہام و وحی کے مدعی بھی تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام مہدی کے مدارج میں بیّن فرق ہے۔ حنفی المذہب لوگوں کا کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ سے رُوگردانی کرنا چنداں مضائقہ نہیں ہے لیکن کسی شخص کا اپنے مسلمہ امام مہدی و مسیح سے کسی معاملہ میں روگردانی کرنا ازحد حیرت انگیز بات ہے۔ اور پھر زوردار الفاظ میں مولوی صاحب نے بیان کیا۔ کہ شیخ صاحب نے اپنے پیر و مرشد اور امام کو چھوڑ دیا ہے۔ لہذا ہمارا کوئی جھگڑا شیخ صاحب سے اب باقی نہیں رہا۔ پھر سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارا مقصد تو یہ ہے۔ کہ کسی طرح لوگ مرزا صاحب کو چھوڑ دیں ورنہ مسئلہ ولادت مسیح تو کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اب اگر شیخ صاحب اس میں کامیاب بھی ہو جائیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ جو بات ہمیں مطلوب تھی۔ آج وہ پوری ہو گئی ہے۔

ان حالات کو دیکھکر ہر سچے احمدی کو غیر مبایعین کی حالت زار پر افسوس آتا ہے۔ انہوں نے مرکز اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محض غیر احمدی دنیا کو خوش کرنے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے چھوڑا۔ لیکن انہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ سودا انہیں مہنگا پڑیگا۔ یہ لوگ احمدی کہلا کر اپنے ہاتھوں کھلے بندوں غیروں میں ایک عرصہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی توہین و بے عزتی کر رہے ہیں۔ اور اس کا جو خمیازہ یہ لوگ اٹھا رہے ہیں۔ وہ بھی اہل نظر اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا و آخرۃ کی ذلت ایسے آدمیوں کے لئے مُقدّر ہے۔ یہ لوگ نہ تو گھر کے اور نہ گھاٹ کے رہ گئے ہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ غیر مبایعین احباب کو چاہیئے۔ کہ رجوع بحق کریں۔ حضرت محمود اولوالعزم کی اندھا دھند مخالفت میں اس زمانہ کے برگزیدہ رسول اور عظیم الشان مہدی کو نہ چھوڑ بیٹھیں۔ اور اس طرح سے دین و دنیا میں اپنے لئے رسوائی کا سامان اپنے ہاتھوں پیدا نہ کریں۔ ان کو یہ بات گوش ہوش سے سننی چاہیئے کہ احمدی کہلا کر اور مرکز کو چھوڑ کر کبھی اور کہیں اور کسی مجلس یا قوم میں کبھی وہ نہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ نہ محبوب بنہاں اگر علانیہ وہ احمدی کہلانا بھی چھوڑ دیں۔ تو اور بات ہے۔ منافق بن کر نہ وہ خدا تعالےٰ کو خوش کر سکتے ہیں۔ اور نہ دنیا کو۔ اور نہ ہی انہیں اطمینان قلب حقیقی طور حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے۔ کہ اس کی ذات کریم ہمارے ان بھولے بھٹکے بھائیوں کو راہ راست پر لائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصلی شان و عظمت کو سمجھنے اور قدر کرنے اور اس کیلئے غیرت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار۔ ملک عزیز محمد احمدی پلیڈر علی پور

اقتباسات

نہرو رپورٹ اور بزدل لیڈر

ان بزدل و ریاکار لیڈروں نے جو قربانی بھی نہیں کرنا چاہتے۔ قید بھی نہیں ہونا چاہتے۔ مگر حریت کے نام پر افواج آزادی کی سپہ سالاری سے دست بردار بھی نہیں ہونا چاہتے۔ اس رپورٹ کو اپنی پناہ بنایا۔ اس کی آڑ لی۔ اور ہر اس بہادر شخص کو جس نے اس رپورٹ کے خلاف آواز بلند کی جس نے موالات کے خلاف اظہار رائے کیا۔ اور جس نے زیر سایہ برطانیہ کے نصب العین کی مخالفت کی۔ اسی کو ریاکار۔ بزدل اور ملک کا بدخواہ دشمن قرار دیا۔

(شیر پنجاب ۱۱ نومبر ۱۹۲۸ء)

جرم مولوی

آج دنیا مولویوں سے تنگ ہے۔ جدھر دیکھو علماء بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مثال رکھتے ہیں۔ نو تعلیم یافتہ حضرات اٹھتے ہیں۔ تو ان پر برستے ہیں۔ کسی آزاد منش کی آزادی میں خلل پڑتا ہے۔ تو انہیں غریبوں پر غصہ اتارتا ہے۔ کسی صوفی صاحب کو وجد آتا ہے تو انہیں کو کوستا ہے ؛ (الانصار ۸ نومبر ۱۹۲۸ء)

افغانستان میں پیروں کی مخالفت

افغانستان سے تازہ خبر یہ آئی ہے۔ کہ وہاں فوجی افسروں کے لئے حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ نہ تو خود "پیر" بنیں۔ اور نہ کسی پیر کے مرید۔

اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ افغان گورنمنٹ نے محسوس کیا ہے۔ کہ "مذہبی پیر" فوجوں کو مذہب کے نام پر بھڑکا کر شاہ امان اللہ کے خلاف بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ان کی راہ ہی بند کر دی جائے۔ ایک اور لحاظ سے بھی یہ خبر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسے افغانستان کے مذہبی ملاؤں کے اقتدار پر ضرب کاری سمجھنا چاہیئے۔

(پرتاپ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

خلیفہ کا انتخاب

اگر مسلمانان عالم کو خلافت انسٹی ٹیوشن کے قالب بیجان میں نئی روح پھونک کر اسے زندہ ہی کرنا اور ایک خود مختار مسلم فرمانروا کو خلیفہ منتخب ہی کرنا ہے۔ تو شاہ امان اللہ والی افغانستان سے بہتر انتخاب ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آیا شرعی نقطہ نگاہ

سے ایسا مسلمان جس نے پردہ کو ترک کر دیا ہو۔ اور مغربی معاشرت کو اپنے ملک میں رائج کئے جانے پر زور دیتا ہو۔ خلیفہ بنائے جانے کے قابل ہے۔ یا نہیں۔ مگر جہاں تک آزادی اور خود مختاری کا تعلق ہے۔ اور نیز اس اعتبار سے کہ ہندوستان سے افغانستان کو قربت حاصل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ شاہ امان اللہ کے منتخب کئے جانے پر ہندوستان کے سنیوں کو کچھ اعتراض نہ ہوگا۔

شیعہ حضرات کو خلیفہ مقرر کئے جانے کے مسئلہ سے کچھ دلچسپی نہیں ہے۔ اس لئے فارس کے شاہ رضا خاں پہلوی اور افغانستان کے شاہ امان اللہ میں کوئی مقابلہ ہونے کا بھی اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ ابن سعود کے حقوق کو محض یہ کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ وہابی ہیں۔ کیونکہ بہرحال وہابی بھی تو سنت جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کا ایک جزو ہیں سنا جاتا ہے۔ کہ سلطان ابن سعود کے منصوبے بھی بہت لمبے چوڑے اور گہرے ہیں ٭ (اودھ اخبار)

فن سوال اور پالٹکس

لکھنؤ میں مسلمان فقیروں کا قاعدہ ہے کہ سنی کا گھر دیکھا تو گانے لگے ؎

سکھاوت ہے سراپا جس کی محی الدین گیلانی

شیعہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو ہانک لگائی کہ

سنو اک روح کا یار دیباں ہے
سکھاوت شاہ مرداں کی عیاں ہے

یہ ترکیب ہے پرانی چنانچہ امام ابن جوزی کتاب الاذکیا میں دو فقیروں کا حال لکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب پل بغداد کے ایک نکڑ پر کھڑے ہو کے فرماتے تھے: "امیر معاویہ کا تصدق کچھ دلواؤ"۔ دوسرے صاحب دوسرے نکڑ پر سوال کرتے تھے۔ "مولا علیؓ داماد رسولؐ پدر حسنینؓ کا واسطہ کچھ کھلواؤ"۔ سنی مسلمان امیر معاویہ کے نام پر بھیک دیتے تھے۔ اور شیعہ مسلمان حضرت علیؓ کے نام پر۔ متعصب مسلمان اپنے ہم خیال فقیر سے خوش تھے اور دوسرے کو بھیک نہ دیتے تھے۔ مگر یہ دونوں خود شام کے وقت یکجا ہو کے بھیک کے ٹکڑے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

افسوس کی جگہ ہے۔ کہ آج کل کے ہندو مسلمان اتنی پالیسی بھی نہیں جانتے۔ حالانکہ چند روز اُدھر بھیک منگے خلافت اور کانگریس کے نام پر بھیک کے ٹکڑے مانگ کے آپس میں تقسیم کرنے کا لطف اٹھا چکے ہیں: "دلوائیو یارو مہاتما گاندھی کا صدقہ"۔ "دیتے جاؤ بھائیو علی برادران کا تصدق"۔ اگر ہوا کا رخ پلٹ جائے۔ تو دونوں فقیر نہرو کمیٹی یا آل پارٹیز کانفرنس کے جمع کئے ہوئے ٹکڑوں پر جم بیٹھیں۔ اور اتفاق باہمی کی قوت سے کچھ مل جائے تو آپس میں مل بانٹ کھائیں۔ (اودھ پنچ)

ہاجی ظفر علی کی اصلیت

اب کہ یہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ سیاست نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ وہ تہذیب و متانت سے مولوی صاحب کی اصلیت کو طشت از بام کرے گا۔ سیاست کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب زر پرست چور اور ڈاکو ہیں ہمیں افسوس ہے کہ مہذب دنیا نے ان جرائم کے لئے اور کوئی نام تجویز ہی نہیں کئے۔ جن کے مولوی ظفر علی خاں صاحب مجرم ہیں۔ لہذا ہم مجبور ہیں۔ کہ انہی الفاظ کو استعمال کریں۔ (سیاست ۱۶ر نومبر)

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کا وعظ

مدرسہ فیض محمدی جالندھر کا جلسہ جالندھر میں تھا۔ اس میں جناب باباجی مرتضیٰ حسن دیوبندی کی تقریر میں نے سنی۔ جو ناظرین اہلحدیث کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتا ہوں۔

باباجی نے ادھر ادھر کی باتیں بیان کر کے فرمایا۔ ان لوگوں کو اہلحدیث مت کہا کرو۔ بلکہ غیر مقلد کہا کرو یہ کہتے ہیں تقلید کے معنے ہیں گلے میں پٹہ ڈالنا۔ ہاں جی ہم پٹے والے کتے سہی۔ ہمارے گلے میں پٹہ ہے۔ مگر کس کا۔ رسول کا۔ سنو حکومت جب کتے مرواتی ہے۔ تو بتاؤ کون کتا بچتا ہے۔ پٹہ والا۔ (اہلحدیث ۱۶ر نومبر ۱۹۲۸ء)

ہندوستان کی خبریں

—— لاہور ۱۷ - نومبر - صبح سات بجے لالہ لاجپت رائے دل کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے - گذشتہ شام تک آپ بالکل تندرست نظر آتے تھے - رات ۱۰ بجے کے قریب آپ کی چھاتی میں درد محسوس ہونے لگا - علاج کی تدابیر کی گئیں لیکن درد میں کمی واقعہ نہ ہوئی - صبح کے وقت بھی درد برابر ہو رہا تھا - چنانچہ آپ ایک دفعہ اٹھ کر چارپائی پر لیٹے - تو دل کی حرکت بند ہو گئی - اور روح پرواز کر گئی - اس خبر کے پھیلتے ہی شہر میں کمل ہڑتال ہو گئی - تمام اقوام کے دکانداروں نے دکانیں بند کر دیں - سکول اور کالج بھی فوراً بند ہو گئے - بلدیہ لاہور نے بھی آنجہانی کے اعزاز میں اپنے دفاتر بند کر دئے - اور سرکاری دفاتر کے افسروں نے کارکنوں اور ملازموں سے کہہ دیا - کہ جو شخص آنجہانی کی ارتھی کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہے - اسے جانے کی اجازت ہے - لالہ جی گورنمنٹ کالج لاہور کے پرانے طالب علم تھے - اس لئے اظہار تعزیت کے طور پر کالج کا پھریرا (یونین جیک) سرنگوں کر دیا گیا - ساڑھے بارہ بجے ارتھی اٹھائی گئی - اور ارتھی کے ہمراہ ایک لاکھ کے قریب برہنہ سر انسانوں کا جلوس تھا - یہ جلوس کورٹ سٹریٹ - انارکلی - لوہاری دروازہ - چوک متی - پاپڑ منڈی - چوک جھنڈا - بزار ہٹہ اور ہیرا منڈی سے ہوتا ہوا شمشان بھومی تک پہنچا - ارتھی کے جلوس میں شہر کے معززا ور سربرآوردہ ارکان - علماء - دوپاریٹی عامۃ الناس غرض ہر قسم کے لوگ شامل تھے - راجہ نریندر ناتھ - لالہ ہرکشن لال - جسٹس کنور دلیپ سنگھ - سر عبدالقادر جسٹس ہائیکورٹ - لالہ جسٹس بخشی ٹیک چند - پرنسپل لوکس - ڈاکٹر کچلو - حاجی ظفر علی - لالہ جگن ناتھ - ڈاکٹر مہاراج کرشن - لفٹننٹ کرنل حکومت رائے - پنڈت نانک چند - ڈاکٹر عالم - مسٹر چوڑ - ڈاکٹر دھرم ویر - لالہ دیوان چند - سردار سردار سنگھ - ڈاکٹر ستیہ پال - ملک برکت علی - لالہ روپ لال - لالہ گردھاری لال - لالہ ہری رام - لالہ بدھ راج - ڈاکٹر گوکل چند نارنگ - لالہ دنی چند - پرنسپل رگھبیر دیال - سردار منگل سنگھ - مولوی غلام محی الدین - رائے بہادر درگا داس - بھائی پرمانند - پنڈت کے سنتانم - لالہ کیدار ناتھ سہگل - لالہ لال چند فلک - ملک لال خاں اور دیگر سینکڑوں حضرات ایک ٹولی میں تھے ٭

—— لاہور ۹ - نومبر - پنجاب کونسل کے ممبران نے یہ فیصلہ کیا ہے - کہ گورنر صاحب کو آئندہ سیشن سے پہلے جو کہ ۲۶ - نومبر سے شروع ہوتا ہے - دعوت دیجائے ٭

—— پشاور ۱۳ - نومبر - شاہ افغانستان کے ٹوپی پہننے کے حکم کے خلاف افغانستان کے سکھوں نے اپیل کیا - لیکن وہ نامنظور ہو گیا ہے - اس سے وہاں کے سکھ مایوس ہو گئے ہیں - کیونکہ اگر یہ لوگ گھروں سے پگڑی باندھ کر نکلیں - تو ان کو جرمانہ کی سزا ملتی ہے ٭

—— پشاور ۱۴ - نومبر - جو لوگ کل ہی میں کابل سے یہاں آئے ہیں - ان کا بیان ہے - کہ شاہ افغانستان کی والدہ صاحبہ پردہ اور نقاب کی قدیم رسم کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں - اس لئے آپ خانہ نشین ہو گئی ہیں - کیونکہ آپ پردہ کے بغیر باہر نکلنا گوارا نہیں کر سکتیں ٭

—— کلکتہ ۱۶ - نومبر - ۹ - اپریل ۱۹۲۸ء کو تن بھوم کی کان میں ایک حادثہ سے ۶ جانیں ضائع ہو گئی تھیں - حکومت بہار نے تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع کر دی ہے - تحقیقات سے واضح ہو گیا - کہ کان کی چھت بوسیدہ ہو رہی تھی - اگر منیجران زیادہ دانشمندی سے کام لیتے تو یہ حادثہ پیش نہ آتا ٭

—— کلکتہ ۱۵ - نومبر - گذشتہ ماہ کے اندر تمام بنگال میں ۲۰ - لاکھ اشخاص نے ہیضہ کا ٹیکہ لگوایا - ٹیکہ لگوانے والے زیادہ ادنے جماعتوں کے لوگ تھے - تعلیم یافتہ آدمیوں نے ٹیکہ لگوانے سے انکار کر دیا ٭

—— دہلی ۱۶ - نومبر - ایرانی قونصل جنرل کا دفتر کلکتہ سے دہلی کو منتقل ہو گیا ہے - اور اس کا دفتر سرکاری طور پر ۸ - لیڈی ہارڈنگ روڈ نئی دہلی میں کھل گیا ہے - مرزا باقر خاں عظمی قونصل جنرل ایران شملہ سے دہلی پہنچ گئے ہیں ٭

—— علی گڈھ - ۱۵ - نومبر - الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس سلیمان آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرینگے یہ کانفرنس ۲۶ - دسمبر سے شروع ہو گی ٭

—— بمبئی ۱۵ - نومبر - آل انڈیا مسلم کانفرنس نے مسلم آل پارٹیز کانفرنس فتح پوری مسجد دہلی میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے

—— ستارا ۱۰ - نومبر - پلیگ بہت زوروں سے پھیلی ہوئی ہے - دو ماہ میں تین ہزار آدمی مر چکے ہیں ٭

—— بمبئی ۱۶ - نومبر - آج جہاز "نیورہ" یہاں پہنچ گیا - ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال معہ بیگم صاحبہ انگلستان سے مراجعت فرما ہوئے ٭

—— لاہور ۱۶ - نومبر - سائمن کمیشن کی سپیشل ٹرین آدھی رات کو لاہور اسٹیشن سے گذری -

—— لاہور ۱۴ - نومبر - گورنر صوبہ نے ڈاکٹر مسز شیو کو پنجاب مجلس قانون ساز میں ڈاکٹر سی - اے اون کی جگہ جو مستعفی ہو گئے ہیں - منتخب کیا ہے - آپ یوروپین اور اینگلو انڈین حلقہ کی نمائندگی فرمائیں گی - موصوفہ پہلی خاتون ہیں - جن کو پنجاب میں اس عہدہ جلیلہ پر فائز کیا گیا ہے ٭

—— راولپنڈی - ۱۵ - نومبر - بیان کیا جاتا ہے - کہ راولپنڈی ریلوے اسٹیشن کے بکنگ روم میں سے ۲۶۰۰ روپے کے نوٹ چرا لئے گئے ٭

—— جموں ۱۷ - نومبر - آج ۱۲½ بجے - ڈینس گیٹ کے سامنے گنیش داس گوردوارہ میں بم پھٹنے کا ایک حادثہ ہوا - بیان کیا جاتا ہے - کہ پشاور کے چھ آدمی یہاں ٹھہرے ہوئے تھے - ان میں سے ایک اسی وقت مر گیا - ایک اور شخص زخمی ہوا جو ہسپتال میں پڑا ہے - دوسرے آدمیوں کو بھی خفیف زخم آئے - بم کے پھٹنے کی آواز دور تک سنائی دی - افسران موقعہ پر فوراً پہونچ گئے - پولیس تحقیقات کر رہی ہے - لیکن ابھی تک پولیس کو اس واقعہ کے متعلق کچھ بھی حال معلوم نہیں ہو سکا ٭

ممالک غیر کی خبریں

—— ۵ - نومبر سے کوہ ایٹنا آتش فشاں مادہ زور شور سے پھینک رہا ہے - اس کے علاوہ سسکال کے شمال مغرب میں ایک اور جگہ سے آتش فشانی ہونے لگی ہے - لاوا وسیع تر رقبہ پر بہہ رہا ہے - کسان گھروں میں گھرے ہوئے دعائیں مانگ رہے ہیں - ۵ - ہزار آدمی بے خانماں اور ۷۰۰ مکانات جل کر خاک ہو گئے ہیں - اور ۲۵۰۰ - ایکڑ اراضی لاوہ کے نیچے آ گئی ہے - اسی طرح ۱۲۰۰ - ایکڑ سنگترے کے باغات تباہ ہو گئے - حکومت نے دس لاکھ روپیہ بطور امداد منظور فرمایا ہے - اندازہ کیا گیا ہے کہ آتش فشانی سے تباہ شدہ اراضی عمارات - فصل - سڑکوں - پلوں اور ریلوے کا جو نقصان ہوا ہے - اس کی مجموعی رقم ۱۷ - لاکھ ۲۰ ہزار پونڈ ہے ٭

—— طہران ۱۴ - نومبر - حکومت ایران نے ایک اعلان شائع کیا ہے - جس میں تمام ملازموں اور لوگوں کو یوروپین لباس اور پہلوی ہیٹ پہننے کا حکم دیا گیا ہے - مجلسی معاملات سے مذہب کو الگ کرنے کے لئے حکومت سعی کر رہی ہے - بہت جلد نیا پروگرام اسمبلی کے سامنے پیش ہو گا - اس کے ذریعہ ٹرکی کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کی گئی ہے - حروف تہجی کے متعلق ایک خاص کمیٹی رپورٹ کرے گی ٭

—— لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے - کہ وہاں ہندوستان کے ساحلوں کی تجارت کو ہندوستانی جہازوں کے لئے مخصوص کر دینے کے خلاف زبردست ایجی ٹیشن ہو رہی ہے - ایک اخبار نے لکھا ہے - کہ اگر یہ بل پاس ہو گیا - تو اس سے برطانیہ کا مال خطرہ میں پڑ جائے گا ٭

—— لنڈن ۱۴ - نومبر - والیان ریاست کے مشیر قانونی سر لیزلی سکاٹ کی رائے ہے - کہ ہندوستانی ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے باہمی تعلقات جس طریق پر اس وقت انجام پا رہے ہیں - وہ ایسا ہے - کہ ملک معظم کے میثاق کے خلاف ریاستوں کے حقوق کا احترام کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے ٭

—— برلن ۱۵ - نومبر - سگین ورکس کے بند کر دینے سے ۴۰ ہزار اور کارکن بے کار ہو گئے ہیں - تنازعہ جدید شرح اجرت کی گفت و شنید سے برپا ہوا ٭

—— لنڈن ۱۴ - نومبر جنرل بوتھ کو خفیف افاقہ ہے - لیکن حالت ابھی تک خطرناک ہے - آپ کو فالج کا عارضہ ہے ٭

—— نیویارک ۱۰ - نومبر - ولسٹرس جہاز کی غرقابی سے ۱۲۰ - اشخاص ہلاک ہوئے - جو لوگ بچائے گئے - ان میں جہاز کا ایک عہدیدار بھی ہے - وہ کہتا ہے - کہ کپتان جہاز نے اس وقت تک جہاز چھوڑنے سے انکار کر دیا - جب تک جہاز پانی میں غرق نہیں ہو گیا ٭

(بھائی عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)

جماعت احمدیہ سیالکوٹ کی طرف سے گورنر پنجاب کا خیر مقدم

جنرل سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سیالکوٹ نے گورنر پنجاب کو ان کے سیالکوٹ تشریف لانے پر خوش آمدید کا تار دیا۔ جس کا گورنر صاحب کے اے ڈی کانگ کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا۔ مجھے ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب نے ہدایت کی ہے۔ کہ خوش آمدید کا تار بھیجنے پر آپ کا شکریہ ادا کروں ؛

ضروری اعلان

اکثر احباب حضرت کو روپیہ بھیجتے وقت تفصیل نہیں لکھتے جس سے بہت دقت پیدا ہوتی ہے۔ امید ہے۔ آئندہ روپیہ بھیجتے وقت پوری تصریح کر دی جایا کرے گی۔ کہ کس کس مد کے لئے کس کس قدر چندہ بھجوایا جا رہا ہے ؛ یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری

ڈاکٹری میں ایک احمدی خاتون کی کامیابی

یہ خبر بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ سنی جائیگی۔ کہ چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر کی لڑکی محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ اس سال لدھانہ کے زنانہ سکول سے ایس۔ اے۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہوئی ہیں۔ عزیزہ محترمہ میڈیکل لائن میں یہ ڈگری حاصل کرنے والی پہلی احمدی خاتون ہیں اور سارے پنجاب کی مسلم خواتین میں چوتھی۔ ہم عزیزہ اور اس کے سارے خاندان کو اور خاص کر چوہدری غلام محمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ جن کی ہمت اور کوشش سے نہایت مفید اور نفع رساں فن میں محترمہ موصوفہ کو بفضل خدا کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چوہدری صاحب نے انگریزی کی تعلیم پرائیویٹ طور پر خود دی تھی۔ اور اس کے بعد خاندانی مشکلات پر بڑی جدوجہد سے کامیابی حاصل کر کے لدھانہ کے سکول میں داخل کرا دیا تھا۔ آخر خدا تعالےٰ نے ان کی ہمت اور کوشش کو کامیابی عطا کی۔

عورتوں کی تعلیمی ترقی کے متعلق یہ بھی ایک نہایت خوش کن مثال ہے۔ اور ہمیں امید ہے اس قسم کی مثالیں جماعت کی دوسری خواتین کو تعلیمی میدان میں قدم بڑھانے میں بہت مدد دینگی

اطلاع

چونکہ ۱۶ ر نومبر کا پرچہ شائع نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے گذشتہ پرچہ ۱۲ صفحہ کی بجائے ۱۶ کا شائع کیا گیا اور یہ بھی ۱۶ صفحہ کا ہی ہے۔ احباب مطلع رہیں اور ۱۶ ر نومبر کے پرچہ کا مطالبہ نہ فرمائیں ؛

مرثیہ جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر)

اے طبیبِ ناتواناں اے انیسِ غمگسار
اے شفیقِ چارہ ساز و اے رفیقِ حالِ زار

تو غریبوں کا تھا ملجا ناتوانوں کی سپر
قوم کا حامی و ناصرِ دین کا خدمت گذار

وہ تیری مہماں نوازی وہ ترا خلقِ عمیم
کرچکے ہیں دوستوں کے دل پہ نقشِ پائیدار

موت نے ہم سے چھڑایا تجھکو لیکن اے اخی
بزم احمد میں ہے تو خوش ہم ہیں تیرے سوگوار

دل برشتہ داغِ فرقت سے ہیں تیرے اقربا
سینۂ احباب تیرے غم سے بیشک ہیں فگار

احمدیت کا تھا تو ایک رکن عالی لا کلام
بیعتِ سی سالہ تیری کیوں نہ ہوتی کامگار

تو نے اسیؔ سال کی عمر گرامی اے اخی
کی بسر تقوےٰ سے اور قائم رکھا عز و وقار

تیرا باغ ذریّت پھل پھول سے سرسبز ہے
تو نے آخر دم تک اسکی دیکھ لی پوری بہار

تیری صدق و راستی تیری وفا کے جذبے
دستِ صرصر سے رکھے محفوظ تیرے برگ و بار

دین حق کی خدمتوں سے تو نے یہ پایا عروج
خدمتِ دیں کیلئے اِک نسل چھوڑی دیں شعار

مرحبا اے یار صادق آفریں اے دلنواز
خوبیاں تیری زمانہ میں رہینگی یادگار

زندگی میں تو مسیحِ وقت کا تھا ہمسفر
لے گیا اس بزم میں پھر تجھکو فضلِ کردگار

تیری پیدائش تھی فضلاً کی نہ ہوتا فضل کیوں
بیعتِ فضلِ عمر کا کیوں نہ ملتا افتخار

تیری مرگ و زندگی دونوں کی دونوں کامیاب
نسل میں تیری خدا قائم رکھے یہ افتخار

گو مبارک ہے یہ تیرا خاتمہ لیکن ہمیں
دردِ فرقت سے نہیں کچھ اپنے دل پر اختیار

ڈھونڈھتی ہیں تجھکو آنکھیں اقربا کی ہر طرف
تیری صورت کیلئے پھرتی ہیں ہر سو بیقرار

یہ ہے فطرت کا تقاضا اس سے سب ناچار ہیں
خاتمہ ہم سب کا ہو بالخیر اے پروردگار

مرنے والے کی طرح ہم میں ہر اک ہو متقی
خدمتِ دیں پر کمربستہ ہمیشہ جاں نثار

تیرا فضلِ بیکراں بس ماندگاں کے ساتھ ہو
تیرے لطفِ بے نہایت کا ہو وارث ذوالفقار

34

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۴۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳- دسمبر ۱۹۲۸ء | جلد ۱۶

مسلمانوں کو اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کیا کرنا چاہیئے

اپنی اصلاح اور ترقی کی طرف توجہ کی ضرورت

مسلمانان ہند میں جب سے بیداری پیدا ہوئی ہے۔ اور وُہ اپنے سیاسی اور ملکی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے لگے ہیں۔ اسی وقت سے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ انھیں دو باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلا رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عام غیر مسلموں میں عموماً اور اچھوت اقوام میں خصوصاً تبلیغ اسلام پر زور دیا جائے۔ اور ان لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام بناکر نہ صرف انھیں دین و دنیا کی عزت و آبرو حاصل کرنے کے قابل بنایا جائے۔ بلکہ اپنی قوت اور تعداد میں اضافہ کرکے اپنی سیاسی اہمیت کو بھی بڑھایا جائے۔

دوسری بات یہ کہ مسلمان اپنی اقتصادی۔ تمدنی اور معاشرتی حالت کی اصلاح کریں۔ اور اسے مضبوط بنائیں۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے متحدہ ملکی اور سیاسی امور میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں۔ بلکہ اتحاد اور اتفاق کے ساتھ آواز بلند کریں۔ تا اس میں خاص قوت پیدا ہو۔ اور وہ مؤثر ہو سکے۔

ظاہر ہے۔ یہ دونوں باتیں مسلمانوں کی ہستی کے قیام اور ان کی ترقی کے لئے بطور بنیاد ہیں۔ لیکن چونکہ مسلمان کچھ عرصہ قبل جوش و خروش کے اس زمانہ میں سے گذر رہے تھے جس میں عقل و خرد کی بجائے جذبات اور احساسات سے کھیلا جاتا تھا۔ اور ہوشیار اور زمانہ ساز ہندو لیڈروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ اس لئے ان امور کی طرف پوری توجہ نہ کر سکے۔ اور نہ ان کی اہمیت اور ضرورت کو اچھی طرح محسوس کر سکے۔ لیکن اب جبکہ واقعات اور حالات کے تھپیڑوں نے ان کے ہنگامی جوش کو سرد کر دیا ہے۔ اور ہندوؤں کی چالاکیوں اور خود غرضیوں سے ایک حد تک واقف ہو چکے ہیں۔ انھیں اپنی حالت کے درست اور مضبوط کرنے کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ اور ایسے لوگ اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ جو قبل ازیں ان باتوں کا سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

مولانا شوکت علی صاحب ان مسلمان لیڈروں میں سے ہیں جنھوں نے ہندوؤں کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس کے لئے انھوں نے نہ صرف ذاتی طور پر بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی اسی راہ پر چلایا۔ اور ہر موقعہ پر ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو سرزنش کی لیکن کیا وہ ہندوؤں کو خوش کر سکے۔ یا ہندوؤں کو مسلمانوں سے انصاف کرنے پر مائل کر سکے۔ انصاف تو بڑی بات ہے۔ کیا وُہ تو ہندوؤں کی نظر میں مسلمانوں کی کچھ بھی حقیقت قائم کر سکے۔ قطعاً نہیں۔ چنانچہ انھوں نے خود آل پارٹیز پراونشل مسلم کانفرنس صوبجات متحدہ کی صدارت کے فرائض ادا کرتے ہوئے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا ہے:-

"میرے بعض احباب مجھ سے شکایت کریں گے۔ کہ میں اتنے عرصہ تک ہندوؤں کی ہم نوائی کرنے کے بعد ان کے متعلق حرف شکایت زبان پر لا رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ میں مجبور ہوں۔ میرے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ میں نے پورے طور پر ہندوؤں کی تائید کرکے ہندوؤں کے ساتھ کامل خلوص کے ساتھ کام کرکے فرقہ دارانہ کشمکش میں ہمیشہ مسلمانوں ہی کو دبا کر غرضیکہ ہر طرح ہندوؤں کو آزما لیا۔ کہ وُہ اپنے دعوئے محبت میں کہاں تک صادق ہیں۔ میری آنکھیں اب کھل گئیں۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ کہ ہمارے برادران وطن ہمیں بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔" (انقلاب ۱۵- نومبر)

یہ اس مسلمان لیڈر کا تجربہ ہے جس نے بقول خود "ہندو لیڈروں سے متعدد مرتبہ خوشامد سے کہا۔ عاجزی سے کہا۔ مؤدبانہ کہا۔ کہ مسلمانوں کے جذبات کو پامال نہ کریں" مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور حالت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ ہندوؤں کے ایسے مخلص کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔

اس طرح آنکھیں کھلنے کے بعد مولانا شوکت علی صاحب کو مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے جو طریق عمل نظر آیا ہے۔ وُہ یہ ہے:-

"ضبط و تحمل سے بدستور کام لے کر اپنی اندرونی اصلاح کرتے رہو۔ تم اپنی کمزوریوں کو رفع کرو۔ آج تم تجارت میں بہت پیچھے ہو۔ اس میدان میں آگے بڑھو۔ صنعت و حرفت کو فروغ دو۔ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں تعلیم عام کر دو۔ اگر تم نے اپنے تعمیری پروگرام کو نظر انداز نہ کیا۔ تو انشاء اللہ تم میں اس قدر قوت پیدا ہو جائے گی کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ آج تمہیں انگریز بھی دبا رہے ہیں اور ہندو بھی۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ تم کمزور ہو۔ اگر تم اپنے اندر قوت پیدا کرلو تو پھر کوئی قوم تم سے ناروامطالبہ نہیں کر سکتی۔"

اسی تقریر میں انھوں نے یہ بھی فرمایا:-

"میرا عقیدہ ہے۔ کہ اگر تمام مسلمان بلا امتیاز مدارج و حیثیت دس سال اپنی اندرونی اصلاحات کے لئے وقف کر دیں۔ تو وہ ایک ایسی مستحکم چٹان بن جائینگے۔ کہ جس سے ٹکرا کر دنیا کی ہر طاقت پاش پاش ہو جائیگی۔"

مسلمانوں کی اندرونی اصلاح اور کمزوریوں کو رفع کرکے طاقت حاصل کرنا تجارت اور دوسرے کاروباری شعبہ جات میں ترقی کرنا۔ اور متحد ہو کر اپنے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا یہ وہی باتیں ہیں۔ جو کئی سال قبل سے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے سامنے پیش فرما رہے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے طریق بھی بتا رہے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ مولانا شوکت علی صاحب نے بھی اب اس طرف توجہ کی ہے۔ اور ان کی ان تھک اور سرگرم کوششوں سے توقع ہے۔ کہ مسلمانوں کی بہت کچھ غفلت دور ہو سکیگی۔ اور خوب اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہو جائیگا۔ کہ جب تک مسلمان اپنے آپکو مضبوط نہ بنائیں گے۔ اور ہر رنگ میں ترقی نہ کرینگے۔ اسوقت تک نہ صرف ان کے حقوق انھیں حاصل نہیں ہو سکینگے بلکہ وُہ اپنی ہستی کو بھی قائم نہ رکھ سکینگے۔

مسلمانان سندھ کی حیران کن حالت

صوبہ سندھ کی کل آبادی ۳۵ لاکھ ہے جس میں سے ۲۵ لاکھ مسلمان ہیں اور ہندو صرف ۱۰ لاکھ۔ لیکن آبادی کے اتنے بڑے فرق کے باوجود مسلمان ووٹروں کی تعداد صرف ۵۹ ہزار ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ہندو ووٹروں کی تعداد ۶۷ ہزار ہے۔

اس بات کا ذکر جب کراچی میں شہادت کے موقعہ پر سر سائمن کے سامنے آیا۔ تو انھوں نے کہا:-

"یہ اعداد و شمار واقعی حیران کن ہیں۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے۔ کہ ۳۰ ہندو ممبروں کا حلقہ انتخاب ۴ مسلمان ممبروں کے حلقہ سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی مجموعی آبادی ۲۵ لاکھ کے قریب ہے" (ریاست ۱۵ نومبر)

باوجود آبادی کی اتنی بڑی کثرت کے مسلمان ووٹروں کی تعداد میں اسقدر کمی کی جو وجوہات ہیں۔ وُہ بھی سُن لیجئے:- سندھ محمڈن ایسوسی ایشن کے ڈیپوٹیشن کے ترجمان نے سائمن کمیشن کے سامنے بیان کیا:-

"مسلمان بہت زیادہ پس افتادہ اور ناخواندہ ہیں۔ نیز دیہات میں وہ ہندو بنیاؤں اور ساہوکاروں کے دباؤ میں ہیں۔ اور سب سے بڑا نقص یہ ہے۔ کہ سول سروس میں زیادہ تر ہندوؤں کا غلبہ ہے۔ جو ووٹروں پر اپنا رسوخ استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت صرف جداگانہ طریق انتخاب سے ہو سکتی ہے"۔

وُہ ہندو جنھوں نے مسلمانان سندھ کی حالت کو اس درجہ پہونچا دیا کہ وُہ ان کے مقابلہ میں دوگنے سے بھی زیادہ ہونے کے باوجود ووٹوں کے لحاظ سے بہت تھوڑے ہیں۔ ان کی نسبت مخلوط انتخاب کی صورت میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جہاں مسلمان تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑے ہیں۔ یا قلیل سی زیادتی رکھتے ہیں۔ وہاں ان کی کیا حالت ہو گی۔

کاش مسلمان لیڈر اسوقت تک مسلمانوں کو ہندوؤں کے قبضہ و تصرف سے آزاد کرانے۔ انکی مالی حالت مضبوط کرنے اور ان میں تعلیم پھیلانے کی کوشش کرتے۔ تو آج سندھ کے سے اسلامی صوبہ میں ان کی ایسی عبرتناک حالت نہ ہوتی۔

کورو کھشیتر کے میلہ پر گورنمنٹ پنجاب نے ۵ لاکھ روپیہ صرف کیا

ہمارے پاس سرکاری محکمہ اطلاعات پنجاب کی طرف سے کورو کھشیتر کے سورج گرہن کے میلہ کے متعلق جو تفصیلات پہونچی ہیں۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ انچارج حکام نے سات آٹھ لاکھ انسانوں کے انبوہ کثیر کا نہایت خوبی اور عمدگی سے انتظام کیا۔ ۲۱ر نومبر کی شام تک جبکہ میلہ کا اختتام ہوا۔ اور یاتری واپس روانہ ہونے شروع ہوئے۔ کوئی ایسا حادثہ نہیں ہوا جس سے کوئی ہلاک یا زخمی ہوا ہو۔ اسی طرح اب کے اشنان کے موقعہ پر تالاب میں ڈوبنے کا ایک بھی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ صفائی کا اتنا اچھا انتظام تھا کہ اس قدر عظیم اژدہام کے باوجود میلہ کے وسیع رقبہ میں کسی قسم کا تعفن پیدا ہونے نہیں دیا گیا۔ ایک جنرل ہسپتال کے علاوہ دیگر ۱۳ ہسپتال کھولے گئے۔ جنرل ہسپتال میں اپریشن روم ذخیرہ ادویات اور ہسپتال میں داخل ہو کر علاج کرانے والے مریضوں کے لئے جملہ سہولتوں کا انتظام کیا گیا۔ وبائی امراض کے لئے علیحدہ ہسپتال قائم کیا گیا۔ تین ٹیوب ویل (نلدار کوئیں) تیار کئے گئے جن سے صاف اور با فراط پانی مہیا کیا گیا ؛

ان سارے انتظامات پر گورنمنٹ پنجاب نے پانچ لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اور کئی اعلیٰ حکام کے علاوہ سینکڑوں دوسرے ملازمین سرکار کو خدمات سرانجام دینا پڑیں۔

ہمارے نزدیک گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ اس قسم کے اجتماعوں کا انتظام کرے۔ اور اس نے کورو کھشیتر میں جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ ہندوؤں کے صرف ایک میلہ پر ۵ لاکھ روپیہ صرف کر دینے والی گورنمنٹ نے پنجاب میں مسلمانوں کے کسی اجتماع کے لئے سہولتیں اور آسانیاں بہم پہنچانے کے لئے کبھی کچھ خرچ کیا ہے۔ ضروری نہیں۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی اور دینی اجتماعوں میں جب تک لاکھوں انسان شریک نہ ہوں۔ اس وقت تک گورنمنٹ ان کے لئے کچھ خرچ نہ کرے۔ جتنی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اسی لحاظ سے گورنمنٹ کو آسانیاں بہم پہنچانے میں روپیہ صرف کرنا چاہیئے۔

اگر پنجاب کونسل کے کوئی مسلمان ممبر گورنمنٹ سے دریافت کریں گے۔ کہ ہندوؤں کے لئے کورو کھشیتر وغیرہ مقامات پر لاکھوں روپیہ صرف کرنے کے مقابلہ میں مسلمانوں کے مذہبی اجتماعوں پر کس قدر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ تو مسلمانان پنجاب معلوم کر سکیں۔ کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی فیاضی سے وہ کس حد تک مستفیض ہو رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ گورنمنٹ آئندہ مسلمانوں کے مذہبی اجتماعوں کے لئے سہولتیں مہیا کرنے کیلئے تیار ہے۔ یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں۔

کمشنر صاحب جالندھر کا منصفانہ فیصلہ

فاضلکا کے مسلمانوں نے ذبیحہ گائے کے متعلق جو اجازت ڈپٹی کمشنر صاحب فیروزپور سے حاصل کی تھی۔ اس کے خلاف ہندوؤں کا اپیل کمشنر صاحب جالندھر کے زیر غور تھا۔ جو خارج ہو گیا ہے۔ کمشنر صاحب نے قرار دیا ہے۔ کہ چونکہ فاضلکا میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان کی طرف سے جو مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسے پورا کیا جانا چاہیئے۔ آپ نے ذبیحہ گائے کا لائسنس دئے جانے کو پسند کیا ہے۔ لیکن یہ پابندی عائد کر دی ہے۔ کہ مذبح ایسے مقام پر ہونا چاہیئے۔ جس سے دوسری جماعتوں کے مذہبی حسیات کو کم از کم ٹھیس لگے ؛

ہندوؤں نے پورے ۲۲ دن ذبیحہ گائے کے خلاف ہڑتال کر کے جو شورش برپا کی تھی۔ اس نے اس امر کو بہت اہم بنا دیا تھا لیکن خوشی کی بات ہے۔ کہ کمشنر صاحب جالندھر کے تدبر اور عقلمندی سے حق بحق دار رسید اس جھگڑے کا اختتام ہوا۔ کمشنر صاحب موصوف نہ صرف مسلمانان فاضلکا کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ بلکہ دوسرے مقامات کے مسلمان بھی ان کے ممنون ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ ان کے غریب فاضلکا کے بھائیوں کے ساتھ جو ہندوؤں کی دولت اور رسوخ کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ انہوں نے انصاف کیا۔ اور دوسرے اس لئے کہ اور ایسے مقامات جہاں مسلمانوں کو باوجود کثرت آبادی کے ذبیحہ گائے کی اجازت نہیں ہے۔ نظیر قائم کر دی ہے ؛

کورو کھشیتر کا میلہ ہندوؤں کی نظر میں

کورو کھشیتر کے میلہ پر اب کے گورنمنٹ پنجاب نے جو انتظامات کئے۔ اور اس کے لئے اسے جتنا روپیہ صرف کرنا پڑا۔ اس کا ذکر دوسری جگہ کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کے نزدیک اس میلہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن قدیم خیالات کے ہندوؤں کو چھوڑ کر نئی روشنی اور خاص کر نئے رشی کے پیرو آریہ صاحبان کے نزدیک اس کی جو وقعت ہے۔ وہ اخبار "ملاپ" (۹ر نومبر) کی حسب ذیل سطور سے ظاہر ہے۔

"ہر سال کورو کھشیتر کے میدان پر ہندو اپنی جہالت کی نمائش کیوں کرتے ہیں۔ نامعلوم کس شخص نے ہندوؤں کے اندر یہ خیال ڈال دیا۔ کہ جب ستاروں کی گردش کی وجہ سے سورج پر چھایہ پڑے اور اسے گرہن لگے۔ تو اس موقع پر کورو کھشیتر میں پہنچ کر اس کے تالابوں میں نہانے سے پنیہ اور مکتی مل جاتی ہے۔ یقیناً وہ شخص ہندو جاتی کا دشمن ہوگا جس نے ہندوؤں کو دنیا بھر میں رسوا اور بدنام کرنے کے لئے ہندوؤں کو یہ پٹی پڑھا دی۔ اور اب جب کبھی سورج گرہن ہوتا ہے تو لکھوکھا ہندو نر ناری کورو کھشیتر میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور سخت مصیبت تکلیف اٹھا کر بار بار نہاتے ہیں۔ تاکہ ان کا بھی اور سورج کا بھی پاپ اتر جائے۔ ہندوؤں کے اندر یہ بات بھی ڈالدی گئی ہے۔ کہ سورج کو راہو پکڑ لیتا ہے۔ اور جب تک ہندو دان نہ کریں وہ راہو سورج کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ ہم حیران ہیں۔ کہ ہندوؤں کے اندر یہ جہالت کیسے آگئی۔ اور وہ کس طرح اتنے عالم۔ فاضل اور دانا ہوتے ہوئے قوم کے دشمنوں کے بھرے میں آگئے۔ تقریباً ہر سال یا ہر دوسرے سال سورج گرہن لگ جاتا ہے۔ اور کورو کھشیتر میں دس دس پندرہ پندرہ لاکھ ہندو جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ جمگھٹ محض توہم پرستی اور جہالت پر مبنی ہے۔ اور اس سے سوائے اس کے کہ ہندو اپنی جہالت کی نمائش کریں اور کوئی فائدہ نہیں ہے"

جب ہندو کورو کھشیتر کے میلہ کو ہندوؤں کی جہالت کی نمائش قرار دیتے ہیں۔ اور اس بات کے رائج کرنے والے کو "ہندو جاتی کا دشمن" بتاتے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس میلہ کو شاندار بنانے اور اس میں شامل ہونے والوں کے لئے آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے والوں کو بھی وہ ہندو جاتی کا خیر خواہ نہیں کہہ سکتے ؛

گورنمنٹ کی بھلائی ہندوؤں کی نظر میں

اس صورت میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ گورنمنٹ پنجاب کے لاکھوں روپیہ خرچ کر دینے کی نہ صرف ہندوؤں کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ بلکہ اگر وہ اپنے لئے نقصان رساں سمجھتے۔ اور اپنے ساتھ دشمنی پر محمول کریں گے تو بالکل درست ہوگا۔ اس کی مزید تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ ریلوے والوں نے مسافروں کی سہولت کے لئے اس سال جو کوشش کی اس کا ذکر کرتا ہوا اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"اب کے ریلوے والوں نے ہندوؤں کی جہالت سے فائدہ اٹھانے کیلئے کورو کھشیتر مہاتم ایک کتاب بھی شائع کر دی ہے۔ تاکہ یاتری زیادہ آئیں اور ریلوے والوں کے جوگنے ہوں"

کورو کھشیتر میں گورنمنٹ کی طرف سے مہیا کردہ سہولتوں کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ اس لئے آسانیاں بہم پہنچاتی ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ ہندو جمع ہو کر اپنی جہالت کا اظہار کریں ؛

گورنمنٹ کو اپنی نوازشوں کی قدردانی کرنے والے ہندوؤں سے بہتر شاید ہی اور لوگ ملیں۔ دراصل ہندوؤں نے خوب سمجھ لیا ہے۔ کہ گورنمنٹ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا یہی طریق ہے۔ کہ اسکی ہر بات کی مذمت کیجائے۔

کیا گورنمنٹ کیلئے مناسب ہے

ملاپ نے اپنے اسی پرچہ میں تحریک کی ہے۔

"آریہ سماجوں اور ہندو سبھاؤں کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔ اور اس موقعہ پر ہندوؤں کو بتلانا چاہیئے۔ کہ سورج گرہن اور کورو کھشیتر کے تالابوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ اس موقع پر بار بار نہانے کا کوئی سمبندھ ہے"

جب تعلیم یافتہ آریہ اور ہندو کورو کھشیتر کے میلہ کو ہندوؤں کی جہالت کی نمائش قرار دیتے اور اسے بند کرنے کی تحریک کر رہے ہیں۔ تو کیا گورنمنٹ کیلئے مناسب ہے۔ کہ وہ لاکھوں روپے اس کے اہتمام کیلئے صرف کر کے ہندوؤں میں اپنے خلاف جذبات ناراضی پیدا کرے۔ ہندو سمجھیں گے۔ کہ گورنمنٹ ہماری مرضی کے خلاف اس میلہ کو جاری رکھنا اور جاہل ہندوؤں کو توہمات اور جہالت میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے ؛

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ کو اس میلہ کے متعلق اپنے انتظامات اور اخراجات پر غور کر کے نتیجہ [illegible] اور اگر [illegible] اخراجات کسی [illegible]

معاصر "سیاست" چونکہ مولانا حاجی ظفر علی کو سچے کی سنانے میں نہایت بے باک ہے۔ اور "زمیندار" کے لئے "سیاست" سے آنکھ ملانا موت کے منہ میں جانے سے کم نہیں۔ اس لئے "زمیندار" نے "سیاست" کے مقابلہ میں اپنی شکست کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے اعلان کر دیا ہے۔ کہ "سیاست" خواہ کچھ شائع کرے۔ "زمیندار" اپنے صفحات میں اس کا نام تک نہ لکھیگا۔

ایک طرف تو یہ کہا گیا ہے۔ اور دوسری طرف یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی "سیاست" کے ان مضامین میں سے جو اس میں حاجی صاحب کے ڈھول کا پول کھولنے کے لئے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ چند سطور بھی نقل کر دے۔ تو "زمیندار" اپنے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتا۔ اور اپنی اصلی فطرت کا اظہار شروع کر دیتا ہے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ "سیاست" کا ایک ایک لفظ "زمیندار" کے حاجی صاحب کے دل و جگر کے لئے تیر و نشتر کا کام دیتا ہے۔ اور "سیاست" کے سامنے "زمیندار" کی ساری منڈلی دم مارنے کا یارا نہ رکھتی ہوئی لہو کے گھونٹ پی کر چپ سادھ لیتی ہے۔ لیکن جب "سیاست" کے چند ہی الفاظ کسی اور جگہ دیکھتی ہے۔ تو اپنی ساری تہذیب و شرافت بالائے طاق رکھ کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگ جاتی ہے۔

---

۱۳ نومبر کے "الفضل" میں "سیاست" کے ایک طویل مضمون کا کچھ اقتباس درج کیا گیا تھا "زمیندار" کا فرض تھا۔ کہ نہ صرف انہی سطور کا بلکہ "سیاست" کے سارے مضمون کا جواب دیتا۔ مگر اس کے پاس کوئی جواب ہو۔ تو دے۔ اسے یہ سارا مضمون بغیر ڈکار لئے ہضم کر کے اور "الفضل" میں شائع شدہ حصہ کے متعلق یہ کہکر کہ

"ان الفاظ پر تبصرہ کرنے سے ہم احتراز کرتے ہیں" (زمیندار ۱۵ نومبر) اپنی بے چارگی اور ہزیمت کا اقرار کرنا پڑا۔ مگر اس قصور میں۔ کہ "الفضل" نے چند الفاظ کیوں شائع کئے۔ ہمارے خلاف بکواس کرنے میں کمینگی کی انتہا کو پہونچ گیا۔

ہمارے متعلق اس نے ایک ایسا افسانہ گھڑا ہے۔ جو صاف بتا رہا ہے۔ کہ اس کا ایک ایک لفظ عقل و خرد کو جام آتشیں کی نذر کر دینے کے بعد لکھا گیا۔ اور دنیا و آخرت سے یکسر غافل ہو کر جھوٹ و افتراء کی غلاظت پر منہ مارا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے کسی ایک لفظ کو امر واقعہ سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے۔ جتنا حاجی صاحب کے فرزندان سے سندھی جو تے کو یا ان کے مسخ شدہ چہرہ سے دھوبی چپت کو ہے۔ زمیندار کا بیان ہے کہ ہم نے "سیاست" کی وہ سطور حضرت امام جماعت احمدیہ کے سامنے پیش کر کے آپ کے ارشاد کے ماتحت شائع کیں۔ مگر یہ ایسا ہی افتراء

جیسے افتراء "زمیندار" اپنی بد باطنی اور کور بختی کے باعث ایک عرصہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق کرتا چلا آیا ہے۔ اور جنھیں بار بار دوہرا کر اپنی بے شرمی اور بے حیائی کی نمائش کرنا وہ اپنا بڑا کارنامہ سمجھتا ہے۔

"زمیندار" چونکہ جانتا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی شان اس سے بہت اعلےٰ اور ارفع ہے۔ کہ آپ اس کے منہ میں قانون کی خار دار لگام دینگے۔ اس لئے وہ روز بروز اپنے نامۂ اعمال کو زیادہ سیاہ کرنے سے باز نہیں آتا۔ ورنہ اسے بہت جلد چھٹی کا دودھ یاد آ جائے اور "حاجی صاحب" بھی کے اسی طرح ناک رگڑتے نظر آئیں جس طرح چند ہی دن ہوئے۔ وہ ایک صاحب کے متعلق "زمیندار" میں چند خلاف تہذیب الفاظ شائع ہونے پر رگڑ چکے ہیں۔ لیکن "زمیندار" کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ کہ قانون کے سوا اور کوئی طاقت اس کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کا جائزہ لینے والی نہیں۔ اس وقت تک بارہا وہ اس طاقت کا اثر دیکھ چکا ہے۔ اور ذلت و رسوائی سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ آئندہ بھی دیکھ لے گا۔ اگر وہ اسی شرافت کش روش پر چلتا رہا۔ جس پر اس وقت چل رہا ہے۔

"زمیندار" نے "حاجی صاحب" کی روز افزوں ذلت اور رسوائی میں یہ کہکر کمی کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ زمیندار یا اس کے مالک کے متعلق جو سطور انھوں (الفضل) نے اس قدر تجسس کے بعد شائع کی ہیں وہ زمیندار کے ایک قدیم بدخواہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ "ایک سابق مرید کا مراسلہ" پیش کر کے لکھا ہے:۔

"موسیو مرزا ان الفاظ کو جو ان کے ایک معزز ارادتمند کے لکھے ہوئے ہیں۔ بغور پڑھیں۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ وہ اقتباس (سیاست) زیادہ موثر ہے۔ جو انھوں نے الفضل میں شائع کرایا ہے یا یہ مراسلہ"۔

وہ "زمیندار" جو ابھی سر تا پا غلط اور جھوٹ فسانہ گھڑ چکا ہے۔ اور جسے پایۂ ثبوت تک پہونچانے کے لئے ہم اسے کھلا چیلنج دیتے ہیں۔ اس کیلئے "ایک سابق مرید کا مراسلہ" بنا لینا کونسی مشکل بات ہے۔ اس لئے اسے تو بغور پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ البتہ "زمیندار" اور اس کے "حاجی صاحب" اگر "سیاست" کو ایک قدیم بدخواہ کہکر اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں تو اپنے "مخلص قدیم" مدیران "انقلاب" کے وہ خطابات ملاحظہ فرمالیں جو ان چند ایام میں انھوں نے عطا کئے ہیں۔ اور جن میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ذرا ۱۵ نومبر ہی کا "انقلاب" اٹھا کر حسب ذیل سطور پڑھ لیں۔

"حاجی ظفر علی اپنے کو تکوں کی وجہ سے اس قابل تو ہے نہیں۔ کہ کسی اسلامی جلسے میں کھڑے ہو کر اپنے خیالات ظاہر کر سکیں۔ کیونکہ مسلمان ان کی ایک بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہیں"!

یہ بالکل تازہ پرچہ کا اقتباس ہے۔ ورنہ اس بارے میں بہت کچھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

اور ملاحظہ ہو:۔

"اس بدبخت شخص نے ہندوؤں کے جلسے میں سر محمد شفیع۔ سر محمد اقبال ملک محمد حسین اور دوسرے اکابر کے علاوہ سالک و مہر کو اتنا برا بھلا کہا اور اس قدر گالیاں دیں۔ کہ تہذیب دامن چھڑا کر بھاگ گئی۔ اور شائستگی نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ غصے کے مارے حاجی صاحب کا چہرہ خون کبوتر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ نتھنے پھولے ہوئے تھے سانس چڑھا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے اور پریشان تھے۔ لٹھ ہاتھ میں تھا۔ اور آپ منہ میں کف لا لا کر وہ ناگفتنی کہہ رہے تھے۔ کہ ۹۵ فیصدی حاضرین جلسہ کو آپ کے پاگل پن کا یقین ہو رہا تھا۔ اور لوگ آپس میں چرچا کر رہے تھے کہ "مدیر افکار" صحیح لکھا کرتا ہے۔ کہ حاجی کے دماغ میں یقیناً خلل ہے"!

کیا "زمیندار" اپنے حاجی صاحب کو یہ مشورہ دینے کی جرأت کریگا۔ کہ وہ "ان الفاظ کو جو ان کے" ایک معزز ارادتمند "کے لکھے ہوئے ہیں۔ بغور پڑھیں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ وہ اقتباس زیادہ موثر ہے۔ جو انھوں نے "زمیندار" میں شائع کرایا۔ یا یہ الفاظ"!

اگر "زمیندار" کو "مدیر افکار" کی "ارادتمندی" میں کسی قسم کا شبہ ہو تو "زمیندار" کے دو پرچے اٹھا کر دیکھ لے جن میں مدیر افکار معہ اپنے "افکار و حوادث" کے رونق افروز ہیں۔ اور جہاں وہ حاجی صاحب کو "قبلہ" کہکر اپنی ارادتمندی کا اور حاجی صاحب انھیں "عزیز محترم" کہکر اپنی بزرگی کا اعلان کرتے رہے ہیں

لیکن اگر مدیر افکار کی اس وقت کی ارادتمندی اب کام نہیں دے سکتی۔ جبکہ وہ حاجی صاحب کے جال میں پھنس کر مدیر افکار بن گئے۔ اور آخر حاجی صاحب اور ان کے سارے خاندان کے کیرکٹر کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے۔ کہ حاجی صاحب معہ اپنے لواحقین کے حرص و ہوا کے بندے ہیں۔ تو کسی ایسے شخص کو "معزز ارادتمند" قرار دینا جسے خود ہی "سابق مرید" لکھا گیا ہے۔ کہاں کی دیانتداری ہے۔

پھر ہم "زمیندار" کے حاجی صاحب کا اپنا بیان پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ "زمیندار" کی پیدائش کے دن سے ہی جس شخص کو بھی حاجی صاحب نے اپنے جال میں پھنسایا۔ وہی ان کے کیرکٹر کے مطالعہ اور اپنی خداداد عقل کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہونچ گیا۔ کہ حاجی صاحب حرص و ہوا کے بندے ہیں۔ چنانچہ ۶ اکتوبر کے "زمیندار" میں "حاجی صاحب" اپنے قلم سے لکھتے ہیں:۔ "زمیندار کی بست و پنج سالہ تاریخ کی ورق گردانی کر کے بیک نظر دیکھ لیجئے۔ کہ اپنے متوسلین میں سے الا ماشاء اللہ جس کے ساتھ اس نے احسان کیا۔ وہی اس کے در پئے آزار ہو گیا جس کو اس نے پال پوس کر بڑا کیا۔ وہی اس کی رسوائیوں کا علمبردار ہو گیا"

آج تک جس شخص کی رسوائیوں کے علمبردار خود اسی کے گھر سے اور اس کے متوسلین میں سے پیدا ہوتے رہے۔ اس کے اور اس کے خاندان کے کیرکٹر کے متعلق کیا کسی بیرونی شہادت کی ضرورت ہے۔ اگر ضرورت ہو۔ تو امرتسر کے ایک ہوٹل کے شرمناک واقعات اور ایم۔ اے خان کے تعلقات کو یاد کر لیا جائے۔

سطور رہ گئیں

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان حکومتوں کی دین سے بے اعتنائی

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۶ - نومبر ۱۹۲۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انسان کے راستہ میں مختلف قسم کی مشکلات پیش آتی رہتی ہیں

اوران کے دُور کرنے کے لیے وُہ مختلف قسم کی تدابیر اختیار کرتا ہے

لیکن بعض دفعہ ان تدابیر کے اختیار کرنے میں وُہ

افراط و تفریط

سے کام لیتا ہے۔ اور بعض دفعہ صحیح رستہ پر چلتا ہے۔ جب وُہ صحیح رستہ

پر گامزن ہو۔ تو اس کی کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ مگر جتنا وہ صحیح

رستہ سے دور اور افراط و تفریط کے قریب ہوتا جائیگا۔ اس کی کامیابی

بھی مشکوک ہوتی چلی جائے گی۔ اس زمانہ میں

مسلمانوں کے لیے بہت سی مشکلات

پیش آ رہی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں جو بھی سیلاب آفات

کا اٹھا ہے۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر انہی گھر ڈیرے ڈال دئے

ہیں۔ گویا یہ ایک مقناطیس ہیں۔ جو ہر مصیبت کے لوہے کو اپنی طرف

کھینچتے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ ان کے ہاتھوں سے

حکومتیں جاتی رہی ہیں

پہلے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ملک ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ان

کی طاقت کمزور ہو گئی۔ اور پھر ان کی بعض مملکتیں غیروں کے ماتحت

اور بعض ان کے اثر و نفوذ کے نیچے آگئیں۔ پھر حکومتوں کے زوال

کے ساتھ انکے اخلاق میں نقص آنے لگا۔ وُہ

تعاون اور رواداری

جو مل کر کام کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ان سے نکل گئی۔ اور

تہذیب کا وُہ نقطہ جس پر وہ قائم تھے۔ اس سے نیچے گر گئے۔ نہ ہمسایوں

سے نیک سلوک کرنے کی طاقت ان میں رہی۔ نہ اپنے خلاف خیالات

سننے کی ہمت باقی رہی۔ اور نہ ہی اجتماع کے موقعہ پر دوسروں کے

احساسات کا احترام

ان میں باقی رہا۔ غرضیکہ تہذیب کے سب ستون گر گئے۔ اور اس میدان

میں بھی مسلمان دوسری اقوام سے پیچھے رہ گئے۔ اسی طرح

تعلیم کے میدان میں

بھی وُہ گر گئے۔ وُہ علوم جن کو ان کے آباؤ اجداد نے بام ترقی تک

پہونچایا تھا۔ ان کے ہاتھ سے نکل کر غیر قوموں کے پاس چلے گئے۔

گویا ان کے آبائی ملکہ یوں کہو۔ کہ ان کے

فطری ورثہ

کی نگرانی بھی غیروں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے۔ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا

حیث وجدھا۔ اچھی بات مومن کی اپنی چیز ہے۔ جہاں مل جائے

اسے لے لینی چاہیئے۔ پس علوم دراصل مسلمان کا فطری ورثہ ہیں۔

جیسے کہ آبائی ورثہ۔ کیونکہ وُہ مومن تھا۔ اور علم مومن کی اپنی چیز ہے۔ مگر

مسلمانوں کے اس آبائی بلکہ فطری ورثہ کے بھی دوسرے لوگ مالک

ہو گئے۔ پھر اقتصادی طور پر وہ

دوسروں کے غلام

ہو گئے۔ صنعت و حرفت اور تجارت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ بلکہ

میں تو یہ کہونگا۔ کہ آہستہ آہستہ اُن کے ہاتھوں سے محنت بھی جاتی

رہی۔ زراعت جس میں ایک زمانہ میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی

اور اسلامی ممالک میں کثرت سے نہریں کھودی گئی تھیں۔ اور اس کی

ترقی کے دوسرے سامان بھی مہیا کیے گئے تھے۔ وُہ بھی انھوں نے

کھو دی۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جو قوم اپنی پہلی شان و شوکت بھی کھو

بیٹھتی ہے۔ وُہ آئندہ ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لئے آئندہ کسی قسم کی

ترقی تو در کنار۔ وہ ہر بات میں دوسروں کا شکار ہونے لگ گئے۔ عملی

طور پر وہ دوسروں کے نقال ہو گئے۔ گویا انھوں نے

بندروں کی صورت

اختیار کر لی۔ سیاست میں اوروں کے غلام ہو گئے۔ غرضیکہ ہر میدان

میں وہ پیچھے رہ گئے۔ بلکہ ذلیل ہو گئے +

مسلمانوں کا دعوےٰ ہے۔ کہ یہ قوم اللہ کی مقبول اور پیاری ہے

اگر یہ صحیح ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ ان کی اس رسوائی میں دنیاوی نقائص

کے علاوہ

دینی کمزوری

کا بھی دخل ہے۔ جس قوم کو خدا تعالےٰ نے اپنے دین کا جھنڈا سپرد

کیا ہو۔ اُسے وہ کبھی گرنے نہیں دیتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنے آپ

کو غیر مستحق نہ ثابت کر دے۔ پس اس میں دینی کمزوری کا بھی دخل

ہے۔ یہ کہنا کہ یورپ نے انہی حالات میں ترقی کی ہے۔ غلط ہے۔ ان

کے ہاتھ میں

توحید کی کنجی

نہیں دی گئی تھی اس لئے یورپ یا جاپان یا چین تو دین سے تغافل برت

کر ترقی کر سکتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو جن کے سپرد

توحید کی امانت

کی گئی تھی۔ دین سے غفلت پر شکست ملنی ضروری ہے۔ تا وُہ پھر

خدا کی طرف لوٹیں۔ جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کی تو معمولی بات پر

بھی ناراض ہوتا ہے۔ اور اسے تنبیہ کرتا ہے۔ اور اس کا نام تربیت

رکھتا ہے۔ مگر کسی غیر شخص کی سخت کلامی کو برداشت کر لیتا ہے۔ اور

اس پر خاموشی اختیار کر کے اس کا نام اخلاق رکھتا ہے۔ اسی طرح جو

قوم خدا تعالےٰ کے لئے بطور انصار کے تھی۔ اس کی دینی کمزوری کے

ساتھ اسے دنیوی سزا کا ملنا ضروری تھا۔

ایک صوفی نے لکھا ہے

میں اپنی نافرمانی کو اپنے گھوڑے کی نافرمانی میں دیکھ لیتا ہوں۔ یعنی

جب میرا گھوڑا چلتے چلتے رکتا ہے۔ اور میری اطاعت نہیں کرتا۔ تو

میں سمجھ لیتا ہوں۔ کہ مجھ سے بھی خدا تعالےٰ کی کوئی نافرمانی ہو گئی

ہے۔ بات یہ ہے۔ جتنا خدا تعالےٰ سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اتنا

ہی اس کے نتائج معمولی باتوں میں نظر آتے ہیں۔ نادان ہے وُہ

شخص جو کہتا ہے۔ کہ کافروں کے گھوڑے تو گھوڑ دوڑوں میں دوڑتے

ہیں۔ مگر ایک صوفی کا گھوڑا کیوں اٹکتا ہے۔ صوفی کو خدا تعالےٰ

ہر بات میں سبق

دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی طرف آ رہا ہے۔ اور اس کا محبوب بن رہا ہے

مگر کافر چونکہ خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر الگ ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے

ہر فعل میں وُہ جلوہ گر نہیں ہوتا۔ پس مسلمانوں کی اس ذلت میں یقیناً

دینی کمزوری کا بھی دخل ہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے اسے سمجھا نہیں

اور جب بھی قدم اٹھایا۔ غلط ہی اٹھایا۔ پہلے تو وُہ افراد کے رنگ میں

اٹھاتے تھے۔ اب حکومت کے رنگ میں اٹھانے لگے ہیں۔ اور وہ بھی غلط

ہی اٹھا رہے ہیں۔

ترک

یورپین اثر سے آزاد ہوئے۔ ہر مسلمان کو اس پر خوشی تھی۔ مگر تھوڑے دنوں

میں ہی انھوں نے بتا دیا۔ کہ ان کی آزادی اسلامی احکام سے بھی آزادی

تھی۔ آہستہ آہستہ انھوں نے مذہب اور حکومت کے تعلق کو توڑنا شروع

کیا۔ پھر لباس میں تغیر شروع کیا۔ پھر عربی حروف چھوڑ کر ترکی الفاظ کو

انگریزی میں لکھنا شروع کیا۔ حالانکہ لاطینی زبان سے ان کے ملک

کی ترقی کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس کا صرف یہی نتیجہ ہوگا۔ کہ قوم اپنے

آباء کے آثار سے غافل ہو جائیگی۔ اور جس آسانی سے وہ پہلے قرآن پڑھ

سکتے تھے۔ اب نہیں پڑھ سکینگے۔ جیسے اردو جاننے والے کے لئے قرآن شریف

پڑھنا ہندی جاننے والے کی نسبت آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ اردو کے حروف عربی حروف سے ہندی کی نسبت بہت زیادہ ملتے ہیں۔ ان میں تھوڑا ہی فرق ہوتا ہے۔ عربی حروف کسی قدر ٹیڑھے کر کے لکھے جاتے ہیں پہلے تو ساری ترکی قوم قرآن پڑھ سکتی تھی۔ مگر اب وہی پڑھ سکیں گے۔ جو دوسری زبان سیکھیں گے۔ اور دوسری زبان کا ساری قوم کے لئے سیکھنا مشکل ہوتا ہے ہندوستان۔ ایران۔ افغانستان۔ مصر۔ عرب وغیرہ میں قرآن پڑھنے والے بہت ملیں گے۔ مگر چین میں بہت کم ہونگے۔ کیونکہ چینی اور عربی حروف میں بہت فرق ہے۔ اس لئے صرف عالم ہی سیکھ سکتے ہیں۔ تو انہوں نے عربی حروف کو مٹانے سے کوئی علم تو حاصل نہیں کیا۔ مگر اسلام سے اپنا تعلق کم کر لیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ حروف اسلام میں داخل نہیں لیکن جتنا عربی حروف کو مٹایا جائے گا۔ قرآن کریم پڑھنے میں اتنی ہی دقتیں پیدا ہوتی جائیں گی۔ اس کے خلاف فائدہ کوئی نہ ہوگا۔ ترک لاکھ کہیں۔ کہ انہوں نے اس کے لئے کمیشن بٹھایا جس نے یہ فیصلہ کیا مگر ان کے دماغ کوئی خاص نہیں ہیں۔ کہ جن دلائل کو وہ جانتے ہیں۔ انہیں اور کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان کی یہ حرکت

محض نقل

سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ گنجے اپنے سر پر دوسرے بال لگا لیتے ہیں۔ یا بچے چغہ پہن لیتے ہیں اور اسے وقار کی علامت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پرانے زمانہ میں لوگ لمبے بال رکھتے تھے۔ یہ نقل ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اب یہ مرض دوسرے ممالک میں بھی پھیلنا شروع ہو گیا ہے آہستہ آہستہ

افغانستان میں بھی

جس کے متعلق خیال کیا جاتا تھا۔ کہ وہ سب سے آخر اس کا شکار ہوگا پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ وہاں بھی ہیٹ اور انگریزی لباس پہننے اور ڈاڑھی منڈانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اب

ایران میں بھی

حکومت اس قسم کے قواعد بنا رہی ہے جس سے افسروں کے لئے انگریزی لباس پہننا ضروری ہوگا۔ اور جو نہ پہنے۔ وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح یہ سکیم بھی زیر غور ہے۔ کہ قدیم ایرانی حروف اختیار کر لئے جائیں۔ نہ معلوم عربی نے کیا قصور کیا ہے۔ حالانکہ ان کے

آباء کا سارا لٹریچر

اسی زبان میں ہے۔ قوموں کی ترقی ان کے آباء کی روایتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ان کی کتابیں عربی حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔ اب اگر عربی حروف کو مٹا دیا گیا۔ تو آئندہ نسلیں ان کتابوں کو نہیں پڑھ سکیں گی۔ اور اس طرح

قرآن کریم سے وابستگی

بھی کم ہو جائیگی۔ اور تعجب نہیں۔ کہ تھوڑے عرصہ تک افغانستان میں بھی یہی سوال پیدا ہو جائے۔ کہ عربی حروف کو مٹا دیا جائے۔ یہ کہنا کہ قرآن کریم بھی تو ان زبانوں میں لکھا جا سکتا ہے۔ غلط ہے۔ کیونکہ عربی میں بعض الفاظ ایسے ہیں۔ جو دوسری زبانوں میں صحیح طور پر ادا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ض ہے۔ یہ اور کسی زبان میں نہیں۔ اگر قرآن کریم دوسری زبان میں لکھا جائے تو اس میں ضرور غلطی ہوگی۔ ز۔ ذ۔ ظ۔ ض کا فرق ان میں ادا نہیں کیا جا سکیگا۔ اور پھر اور ایک نقص یہ ہے۔ کہ اس طرح وہ

عالمگیر اتحاد

جو عربی کے ذریعہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا۔ جاتا رہیگا۔ اول تو قرآن کریم کسی اور زبان میں لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ اور اگر لکھا جائے تو وہ غلط ہوگا۔ مثلاً انگریزی میں ولا الضالین نہیں لکھا جا سکتا۔ وہاں یا تو ض کی جگہ ڈ لکھا جائیگا۔ یا ڈ۔ اور ض میں جو چکر آتا ہے۔ وہ کسی طرح بھی ادا نہیں کیا جا سکیگا۔ عربی حروف کے مخارج کا فرق ہوتا ہے۔ ہر حرف کے الگ معنے ہوتے ہیں۔ ذ۔ ز۔ ظ۔ ض سب کے الگ الگ معنی ہیں لیکن اگر سب کو Z (زیڈ) سے لکھ دیا جائے۔ تو کوئی فرق نہیں ہوگا اور کوئی نہیں سمجھ سکیگا۔ کہ یہاں کونسے معنی لگتے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ کوئی کچھ کے کچھ معنی کر دے۔ پس عربی حروف مٹانے سے فائدہ تو کوئی نہیں ہوگا۔ مگر اس سے

قدیم اتحاد اسلام

مٹ جائیگا۔ علوم کسی خاص زبان کو اختیار کرنے سے نہیں۔ بلکہ سیکھنے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہیں۔ جاپانیوں نے اپنی زبان کے حروف نہیں بدلے۔ مگر پھر بھی انہوں نے اتنی ترقی کی ہے۔ کہ ترک اور ایرانی ان کی برابری کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے ممالک تو ابھی ریاستوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر جاپان ایک طاقت ہے۔ اگر جاپان نے اپنے حروف میں ترقی کر لی۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ عربی حروف کو قائم رکھ کر کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ پس ان کا یہ قدم غلط ہے اور فلسفہ اخلاق یا نفسیات کے لحاظ سے بھی غلط ہے۔ قومیں اس وقت ترقی کرتی ہیں۔ جب ان پر

قومیت کا رنگ

ہو۔ دوسری قومیں تو قومیت کی خاطر قدیم باتوں کی طرف واپس جا رہی ہیں آئرلینڈ نے اپنی پرانی زبان کو رائج کر دیا ہے۔ اور انگریزی کو مٹایا جا رہا ہے۔ گویا ان سے تو جن کا رعب اور دبدبہ تھا۔ ان کی زبان کو مٹا کر قدیم زبان جاری کرنے کی کوشش کی۔ مگر مسلمانوں نے ان کی زبان کو جاری کر دیا۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ یہ قانون بناتے۔ کہ آئندہ ہم خالص عربی حروف میں لکھینگے۔ تا لوگوں میں قومیت کا رنگ پیدا ہو۔ مگر بجائے اس کے ان کے اندر

نقالی پیدا کی جا رہی ہے

کہ جو یورپ والے کرتے ہیں۔ وہی ٹھیک ہے۔ اپنا سب کچھ چھوڑ دو اور یورپ کی تقلید شروع کر دو۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ نسل جو نقل سے پیدا ہوگی۔ وہ بندروں والی خاصیتیں تو بے شک رکھتی ہوگی۔ مگر انسانوں جیسی نہیں رکھے گی۔ اور اس کا ملک ملک نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک تھیٹر ہوگا۔ اس کی اپنی دماغی قابلیت کچھ نہیں ہوگی۔ اور وہ کبھی ترقی نہیں کر سکیگی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالےٰ سے حکم پا کر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے مسلمانوں میں امتیاز پیدا کرنے کیلئے فرمایا۔ ایرانی اور شامی ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں مسلمان رکھا کریں۔ کیونکہ جس قوم کی نقل کی جائے اس کا نقل کرنیوالی قوم پر ہمیشہ رعب رہتا ہے۔ اس لئے جہاں تک جائز ہو ان کی مخالفت کرو۔ تا یہ روح پیدا ہو۔ کہ ہم ان سے کسی طرح کم نہیں نہیں دیکھو۔ اس روح نے ان لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ وہ لوگ جو خود کہتے ہیں۔ کہ ہم لڑنا کے ڈالا کرتے تھے ان کے متعلق آج اکثر مخالف تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ

سیاست اور علم

میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور ان کی ترقی اسی روح کا نتیجہ تھی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں پیدا کی۔ بے شک یہ باتیں مذہب کا جزو نہیں۔ لیکن قوم میں امنگ پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔

اگر بادشاہ کسی خیال سے ہیٹ پہنے تو اور بات ہے۔ لیکن یہ قانون پاس کرنا کہ سب لوگ ہیٹ ہی پہنیں۔ اور ڈاڑھیاں منڈائیں۔ نہایت مضحکہ خیز ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کو

ڈاڑھی رکھنے کا حکم

دیا ہے۔ عیسائی یا پارسی کو نہیں۔ پس اگر کسی کا عقیدہ ہے۔ کہ پگڑی پہننی ضروری ہے۔ تو اگرچہ یہ عقیدہ غلط ہی ہو۔ اسے ہیٹ پہننے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ بتوں کی پرستش سے بڑھکر

احمقانہ عقیدہ

اور کیا ہوگا۔ مگر وہ بھی کسی سے زبردستی چھڑانے کا مسلمان کو حق نہیں دیا گیا۔ پس اگر کسی مسلمان کا عقیدہ ہے۔ کہ پگڑی باندھنا سنت ہے۔ تو کسی کا حق نہیں۔ کہ اس کو ہیٹ پہننے پر مجبور کرے۔ ہندوؤں نے علوم میں جو ترقی کی ہے۔ وہ ایران اور افغانستان نے نہیں کی۔ انکے ڈاکٹر بوس سائنس میں اسقدر دسترس رکھتے ہیں۔ کہ یورپ والے بھی انکے آگے سر جھکاتے ہیں۔ پھر ہندوستان کے ہندو ترکوں سے دولت میں بھی زیادہ ہیں۔ ترکوں کی اپنی کوئی

شپنگ ایجنسی

نہیں۔ مگر ہندوؤں کی ہے۔ ترکی کا کوئی بڑا بنک نہیں۔ مگر ہندوؤں کے بڑے بڑے بنک ہیں۔ انکے صنعت وحرفت کے کوئی کارخانے نہیں۔ مگر ہندوؤں کے ہیں۔ "ٹاٹا کمپنی" یورپ کی کمپنیوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ غرضیکہ ترک ہندوؤں سے کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مگر ہندوؤں کے لیڈر اسقدر سادہ لباس میں ہوتے ہیں۔ کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ پنڈت مالویہ کا لباس نہایت سادہ ہوتا ہے سر پر معمولی دوپلی ٹوپی ہوتی ہے۔ یہی حال لالہ لاجپت رائے۔ مسٹر کیلکر اور ڈاکٹر مونجے کا ہے۔ ڈاکٹر مونجے کو دیکھکر تو کوئی خیال ہی نہیں کر سکتا۔ کہ یہ کوئی بڑا لیڈر ہے۔ معمولی پٹی کا کوٹ اور دھوتی پہنتے ہیں۔ مگر یہ لوگ یورپ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور یورپ ان کی طاقت کو آج تسلیم کرتا ہے۔ وہی گاندھی جو کسی زمانہ میں بہت اعلےٰ سوٹ پہنا کرتے تھے۔ آج سوائے ایک دھوتی کے بدن پر کوئی لباس نہیں۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کے دماغ میں نقص ہے۔ یا وہ فلسفہ نہیں سمجھ سکتے۔ جسقدر ولولہ انکی دھوتی نے ہندوؤں میں پیدا کیا۔ وہ کوٹ پتلون نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ تو گو مثالیں موجود ہیں۔ مگر افسوس مسلمانوں نے سبق حاصل نہیں کیا۔ میں نے پہلے ان امور کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ ترکوں پر مخالفین کے حملے ہیں۔ مگر جب تصدیق ہوئی۔ تو پھر میں نے سمجھا۔ کہ شاید یہ وباء ترکوں تک ہی محدود ہے۔ مگر اب دوسروں تک اسکے اثر کو دیکھکر میں نے مناسب سمجھا۔ کہ

اپنی رائے

اس کے متعلق بیان کر دوں۔ اور جہاں جہاں تک ہماری آواز سنی جائے۔ ہم بتا دیں۔ کہ یہ رستے ترقی کے نہیں۔ ترقی کے لئے اسلام کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اور اسلام میں جو ظاہری اتحاد ہے۔ اسے مٹانا کسی مسلمان حکومت کیلئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اسوقت اسلامی حکومتوں میں سے سوائے نجد کے کہیں اسلام نظر نہیں آتا میں نجدیوں کے مقابر کو گرانے یا دوسرے مظالم کو گو خفیوں کی طرح ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ مگر بہرحال نسبت اسلام کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے انکی کوشش ضرور قابل قدر ہے۔ مخالفین ہنس رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے قرآن کے مضمون پر عمل تو پہلے ہی چھوڑ رکھا تھا۔ اب اسکے الفاظ کو بھی چھوڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں توفیق دے۔ کہ وہ اپنی غلطیوں کو سمجھ سکیں۔ اور انکے بد نتائج سے محفوظ رہ سکیں۔

پیغامی نیرنگیوں کی حقیقت کا اظہار

(۲)

تفصیلی جواب کا وعدہ

دوسرا جواب مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ "تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب" کا یہ دیا کہ "یہ رسالہ مجھے یہاں ایبٹ آباد میں ملا ہے ..... میرے پاس نہ تو یہاں ریویو آف ریلیجنز ہے۔ اور نہ درحقیقت مجھے ابھی اس قدر فرصت ہے۔ کہ میں مفصل ان مضامین پر قلم اٹھا سکوں۔ نومبر میں النبوۃ فی الاسلام لکھنا شروع کروں گا اور اس میں بالتفصیل ساری باتوں کا جواب دوں گا"۔

اس جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے جو دو عذر پیش کئے ہیں۔ ان کی حقیقت پر بحث کرنے کی ہمیں کچھ ضرورت نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لکھرام کی سنگھ آریہ نے یہی دونوں عذر پیش کئے تھے جس کا جواب حضور نے اسے یہ دیا تھا۔

"تم یہ جواب دیتے ہو۔ کہ ہمیں فرصت نہیں۔ وید یہاں موجود نہیں۔ بھلا یہ کیا جواب ہے۔ اس جواب سے تو تم جھوٹے ٹھہرتے ہو" (مکتوبات احمدیہ حصہ دوم صس)

مولوی محمد علی صاحب کے جواب میں اور لکھرام سنگھ کے جواب میں سر مو فرق نہیں۔ اب مولوی محمد علی صاحب خود ہی سمجھ لیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ان کا مذکورہ بالا جواب کس حد تک سچا اور درست سمجھا جانے کے قابل ہے۔

علاوہ ازیں مولوی محمد علی صاحب نے اپنے جوابی رسالہ میں رسالہ تشحیذ الاذہان اور اخبار بدر وغیرہ کے متعدد حوالجات الزامی جواب کے طور پر پیش کئے ہیں۔ جو مولوی صاحب کے اس عذر کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ان کو ایبٹ آباد میں تشحیذ الاذہان کے فائل اور اخبار بدر کے فائل میسر آ گئے تھے۔ اسی طرح انہیں ریویو کے فائل بھی میسر آ سکتے تھے۔ اور جس طرح پر ان تشحیذ اور بدر کے فائلوں کی ورق گردانی کا موقع مولوی صاحب کو میسر آ گیا تھا اسی طرح وہ ریویو کے حوالے بھی نکال سکتے تھے۔ خصوصاً جبکہ رسالہ "تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب" میں ہر ایک حوالہ کے ساتھ ریویو کی جلد کا نام اور صفحہ مذکور تھا۔ اور بقول مولوی صاحب حوالے بھی کل دس ہی تھے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے متعدد دفعہ اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ حالانکہ یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہے۔ رسالہ تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب میں کوئی تیس بتیس حوالے مولوی صاحب کی سابقہ تحریرات متعلقہ مسئلہ نبوت میں سے بطور نمونہ پیش کئے گئے تھے۔ معلوم نہیں اس خلاف گوئی کی ضرورت مولوی صاحب کو کیوں پڑی۔ اور کیوں متعدد مرتبہ انہیں صرف دس حوالے بتا کر غلط بیانی کا ارتکاب کرنا پڑا۔ اس قسم کی خلاف بیانیوں کی اور بھی بہت سی مثالیں مولوی صاحب کے اس دس ورقی رسالہ میں موجود ہیں۔ جن سے آپ کا اخلاقی اور روحانی کمال اور تقدس ہویدا ہوتا ہے۔

النبوۃ فی الاسلام میں کیا جواب دیا گیا

بہر حال مولوی صاحب کے وعدہ کی بناء پر ان کے موعودہ بالتفصیل ساری باتوں کے جواب اور ان حوالوں کے مفصل جواب کے لئے النبوۃ فی الاسلام کی اشاعت کا انتظار کیا گیا۔ مگر افسوس کہ جب النبوۃ فی الاسلام شائع ہوئی۔ تو اس کے شروع ہی میں بلکہ ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر ہی ان حوالوں کے مفصل جواب اور بالتفصیل ساری باتوں کے موعودہ جواب کی بجائے یہ لکھا تھا۔ کہ

"اس اعتراض کا جواب کہ میری کسی تحریر میں پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لفظ نبی کا لکھا گیا ہے۔ میں نے کتاب کے اندر اس لئے نہیں دیا۔ کہ میری بحث اصولی ہے۔ اصولی بحث میں ... میری یا زید یا بکر کی تحریر کوئی حجت شرعی نہیں"۔ "یہ طرز کہ اصول کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو تو میں میں کی جائے نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی"۔

اس جواب میں جس قدر سچائی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ اوّل تو ہر شخص پر جو مجنون وغیرہ مرفوع القلم نہ ہو۔ اس کا اپنا قول شرعاً بھی اور عرفاً بھی حجت ہوتا ہے۔ دوسرے اگر بالفرض آپ کا قول آپ پر حجت نہیں تھا۔ اور آپ اس بحث کو النبوۃ فی الاسلام میں لا ہی نہیں سکتے تھے۔ تو اس میں جواب دینے کا وعدہ ہی آپ نے کیوں کیا تھا۔ تیسرے جس رسالہ (تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب) کا مفصل جواب آپ نے النبوۃ فی الاسلام میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس میں آپ کی سابقہ تحریرات کو محض آپ کی ذات پر حجت کے طور پر تو پیش ہی نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ اس بنا پر کہ تسلسل اور تواتر کے ساتھ ان مضامین کا جماعت کے سامنے اور دوسرے لوگوں کے سامنے اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جماعت کی نمائندگی کی حیثیت میں پیش ہوتے رہنا اور حضور کا کبھی ان پر گرفت نہ کرنا۔ اور نہ ہی اصلاح کا حکم دینا حدیث تقریری کے طریق پر تمام جماعت پر ایک بہت بڑی شرعی حجت ہے۔

النبوۃ فی الاسلام اس جواب کے غلط ہونے کا ثبوت

لیکن ان تمام باتوں کو چھوڑ کر خود النبوۃ فی الاسلام ہی مولوی صاحب کے اس عذر کو بانگ دہل غلط اور باطل قرار دیتی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶ پر مولوی امروہوی صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی بعض تحریریں درج ہیں۔ جن کو ہمارے خلاف حجت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پس اگر مولوی امروہوی صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی تحریریں اس کتاب میں آ سکتی تھیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب کی خود اپنی سابقہ تحریرات اس کتاب میں نہ آ سکتیں۔ اور اگر مولوی محمد علی صاحب کی اپنی تحریریں اس میں نہیں آ سکتی تھیں۔ تو مولوی امروہی صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی تحریریں اسمیں کیونکر زیر بحث آ سکیں۔ اور جب مولوی محمد علی صاحب اسی کتاب میں بقول خود زید و بکر کی تحریرات درج کر کے ان سے سند پکڑ چکے۔ اور انہیں اپنی تائید میں بطور الزام ہمارے خلاف پیش کر چکے تھے۔ تو اسی کتاب میں یہ الفاظ لکھتے ہوئے کیا انہیں شرم نہ آئی۔ اور ان کے ضمیر نے انہیں ملزم نہ کیا۔ کہ "اس اعتراض کا جواب کہ میری کسی تحریر میں پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لفظ نبی کا لکھا گیا ہے۔ میں نے کتاب کے اندر اس لئے نہیں دیا۔ کہ میری بحث اصولی ہے۔ اصولی بحث میں ہم پہلے قرآن شریف اور حدیث کو لیں گے۔ اور ان کے ماتحت آئمہ اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کو میری یا زید یا بکر کی تحریر کوئی حجت شرعی نہیں"۔ اور یہ کہ "یہ طرز کہ اصول کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو تو میں میں کی جائے نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی"۔

النبوۃ فی الاسلام کے بعد ہی کوئی جواب دیدیا ہوتا

مگر اب تو النبوۃ فی الاسلام کی اشاعت پر بھی قریباً تیرہ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ کیا اتنے لمبے عرصہ میں بھی مولوی محمد علی صاحب کو اس قدر فرصت نہیں مل سکی۔ کہ وہ کم از کم اپنے وعدہ کا ہی پاس کر کے اپنا موعودہ جواب شائع کرتے یا کیا ابتک ان کو ریویو کے فائل نہیں مل سکے۔ اور پھر کیا وہ النبوۃ فی الاسلام سے باہر کسی اور تحریر میں بھی اس بحث کو نہیں لا سکتے تھے۔ اگر کوئی جواب نہیں دینا تھا تو پہلے یہ لکھا ہی کیوں تھا۔ کہ "ان حوالوں کا مفصل جواب" اور "بالتفصیل ساری باتوں کا جواب دوں گا"۔ اسی وقت کیوں نہ صاف لکھدیا کہ ان اپنی سابقہ تحریروں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں بلکہ "میری یا زید یا بکر کی تحریر کوئی حجت شرعی نہیں"۔ آپ نے اس عرصہ میں بیسیوں کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ بلکہ ایک ٹریکٹ "میری تحریریں میں لفظ نبی کا استعمال" کے نام سے بھی شائع کیا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ان تمام حوالوں کا مفصل جواب لکھنا تو درکنار آپ نے ان حوالوں میں سے کسی ایک کو بھی قطعاً چھوا تک نہیں۔ معلوم نہیں اپنی سابقہ تحریرات پر کچھ لکھنا بلکہ ان کا ذکر بھی کرنا آپ نے کیوں اپنے اوپر حرام سمجھ لیا ہے اصل بات یہ ہے۔ کہ ان تحریروں کا مولوی صاحب کے پاس کوئی جواب ہی نہیں۔ اور نہ ان کی کوئی تاویل وہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے چاہتے ہیں۔ کہ ان کا ذکر ہی نہ آئے ؎

مولوی محمد علی صاحب کی مغالطہ دہی

تیسرا جواب مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ مذکور کا جو کچھ دیا اس سے تو ان کے ضمیر کی کیفیت اور بھی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے جواب دینے سے قبل اس رسالہ کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ "ہمنے کبھی حضرت صاحب کو رسول اور نبی بھی کہا ہے"۔ گویا رسالہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب میں دعوے یہ کیا گیا ہے۔ کہ اگرچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی سابقہ تحریرات میں ہمیشہ بالالتزام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کی نفی کرتے رہے ہیں۔ اور آپ کو ہمیشہ غیر نبی اور غیر رسول بتاتے رہے ہیں۔ اور آپ کا درجہ محض محدث کا بیان کرتے رہے ہیں۔ مگر ان کی سابقہ تحریرات میں اتفاق سے ہمیں کوئی ایسا حوالہ بھی مل گیا ہے۔ جس میں ان کے قلم سے حضور کے متعلق نبی یا رسول کا لفظ نکل گیا ہے۔ اس مدعا کو مولوی محمد علی صاحب نے ایک دو جگہ پر نہیں۔ بلکہ متعدد مقامات پر ظاہر کیا ہے۔ اور النبوۃ فی الاسلام میں جہاں ان سابقہ تحریروں کا جواب دینے سے آپ نے ہمیشہ کے لئے اپنی نجات کی راہ نکالی ہے۔ وہاں بھی ایسا ہی اظہار کیا ہے کہ گویا کہیں نادانستہ نبی کا لفظ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے کسی تحریر میں ان کے قلم سے نکل گیا۔ جیسا کہ مولوی صاحب کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ "اس اعتراض کا جواب کہ میری کسی تحریر میں پہلے حضرت مسیح موعود کے متعلق لفظ نبی لکھا گیا ہے۔ میں نے کتاب کے اندر اس لئے نہیں دیا۔ کہ میری بحث اصولی ہے"۔

مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ تبدیلی عقیدہ کا یہ فرضی دعوے اپنی طرف سے گھڑ کر اس کی بناء پر مرتب رسالہ مذکورہ کو خوب دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔ اور پھر لکھا ہے۔ کہ اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ہماری سابقہ تحریروں کی ورق گردانی کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ ہماری موجودہ زمانہ کی تحریرات میں بھی یہ بات موجود ہے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:-

"اب میں مولوی فاضل صاحب کی کتاب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور ان حوالوں کا مفصل جواب کسی آئندہ وقت پر ملتوی کرکے سردست ایک ہی بات اس رسالہ کی تردید کیلئے کافی سمجھتا ہوں۔ ہماری تحریروں میں یہ دکھانا کہ ہمنے کبھی حضرت صاحب کو رسول اور نبی بھی کہا ہے۔ ایک ایسی لغو حرکت ہے کہ جس کا مرتکب یا تو ایک ابے غبی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کو یہ بھی علم نہ ہو۔ کہ فریقین میں متنازعہ امر کیا ہے۔ اور یا پھر ایک حد سے زیادہ چالاک آدمی۔ جو اپنی چالاکی سے لوگوں کو دھوکا میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور تلبیس سے کام لیتا ہے۔ اور حق و باطل کا الگ ہو جانا اس کی اغراض کے منافی ہے۔ بھلا ریویو آف ریلیجنز کے تین ہزار صفحات کی ورق گردانی کی محنت مولوی فاضل صاحب نے کیوں اٹھائی۔ جب تنازعہ شروع ہو جانے کے بعد بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔ مولوی صاحب ایک دفعہ میرے اس اشتہار کو ہی پڑھ لیتے۔ جو بعنوان "نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق" کے عنوان سے القول الفصل کے جواب میں شائع ہوا تھا تو ان کو اس قدر محنت کی ضرورت نہ پڑتی"۔ "امر متنازعہ ہم میں اور تم میں یہ نہیں۔ کہ لفظ نبی اور رسول کا حضرت مسیح موعودؑ پر بولا جا سکتا ہے۔ یا نہیں ... بلکہ جھگڑا تو یہ ہے۔ کہ کن معنوں میں یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ یا کس قسم کی وہ نبوت ہے۔ جو اس امت میں یا حضرت مسیح موعودؑ کو دی جا سکتی ہے"۔

مغالطہ کا رد

مولوی محمد علی صاحب کے اس دھوکہ اور خیانت اور مغالطہ دہی کی مزید تفصیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہیں گے۔ کہ مولوی صاحب کو یہ حق حاصل تھا۔ کہ وہ جس رسالہ کا جواب لکھنے لگے تھے۔ اس کا صحیح اور اصل دعوے بیان کرکے اس کی تردید میں جو بات چاہتے پیش کرتے۔ مگر ان کا یہ حق ہرگز نہیں تھا۔ کہ وہ اس رسالہ کے مدعا کو بگاڑ کر اور الٹا کر بالکل برعکس صورت میں پیش کرتے خصوصاً جبکہ اس رسالہ میں شروع سے لے کر آخر تک بار بار کھول کر بتایا گیا تھا۔ کہ "اس میں مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے ان مضامین سے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ۱۹۰۸ء سے پہلے لکھے گئے۔ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب بھی انہی معنوں میں نبوت مسیح موعودؑ کے قائل تھے جن معنوں میں ہم قائل تھے۔ اور ہیں اور بفضلہ تعالےٰ رہیں گے"۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اس قسم کی نبوت نہیں۔ کہ جس قسم کی اس امت کے دوسرے اولیاء اور مقربین اور محدثین کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے۔ بلکہ آپ انہی معنوں میں نبی ہیں۔ جن معنوں میں دیگر انبیاء علیہم السلام جیسے مسیح ناصری وغیرہ نبی تھے"۔ "جن معنوں میں پہلے انبیاء کرام نبی تھے۔ انہی معنوں میں آپ بھی نبی ہیں"۔

بلکہ اس بارہ میں مولوی محمد علی صاحب کا خود اپنا تازہ بیان بھی پیش کیا گیا تھا۔ کہ "اصل جڑ سارے اختلاف کی قسم نبوت کا مسئلہ ہے"۔ اور اس طرح سے مولوی صاحب کے جوابی حوالہ کو خود اس رسالہ میں پیش کرکے بتایا گیا ہے۔ کہ مولوی صاحب اب بھی ایک قسم کی (فرضی اور بناوٹی) نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر اب وہ اور معنوں میں نبی کہتے ہیں۔ اور پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اور معنوں میں آپ کو نبی اور رسول کہتے اور لکھتے تھے اس قدر تصریحات کے ہوتے ہوئے جن سے رسالہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب کا شائد ہی کوئی صفحہ خالی ہو۔ معلوم نہیں کہ کس طرح مولوی صاحب نے اس قدر فاش غلط بیانی اور مغالطہ دہی کی جرأت کی۔

کیا غیر نبی کو نبی کہنے میں کوئی حرج نہیں

مولوی صاحب نے رسالہ تبدیلی عقیدہ کی طرف جو ایک فرضی دعویٰ منسوب کیا۔ اور اس کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ اس فرضی دعویٰ کے جواب میں جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ وہ اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے جواب کی بنیاد کئی ایک مقدمات پر رکھی ہے۔ جن میں سے ایک مقدمہ یا ایک دعویٰ ان کا یہ ہے کہ تمام جماعت احمدیہ کا اس بات پر اجماع ہے۔ اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ خواہ حضرت مسیح موعود نبی ہوں۔ یا غیر نبی۔ آپکو نبی اور رسول کرکے پکارا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس مدعا کو ظاہر کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں "امر متنازعہ ہم میں اور تم میں یہ نہیں کہ لفظ نبی اور رسول کا حضرت مسیح موعود پر بولا جا سکتا ہے۔ یا نہیں" حالانکہ یہ سراسر غلط اور باطل بات ہے۔ بلکہ اس کے برعکس تمام جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ کسی غیر نبی کو نبی کے نام سے پکارنا سخت دھوکہ اور فتنہ کا موجب ہے۔ اس لئے ایسا اطلاق جائز اور درست نہیں۔ چنانچہ غیر مبایعین کی طرف سے بار بار پیغام میں یہ آواز اٹھائی جا چکی ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے اخبارات ورسائل میں کیوں مرزا صاحب کو نبی اور رسول کرکے پکارا جاتا ہے۔ حالانکہ ایک زمانہ میں خود حضرت صاحب اس بات کو فتنہ کا موجب قرار دے چکے اور اس سے منع فرما چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ فی الواقعہ ایک وقت تھا جبکہ ابھی حضرت اقدس پر اس بارہ میں متواتر الہامات اور وحی الٰہی کے ذریعہ سے وہ تصریح نہیں ہوئی تھی۔ جس کے بعد حضور نے اپنے آپ کو بار بار نبی اور رسول لکھنا شروع کر دیا تھا۔ (جماعت میں سے کوئی فرد بھی حضور کو نبی اور رسول کرکے نہیں پکارتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس زمانہ کی خود حضور کی اپنی تصنیفات اور تحریرات میں بھی یہ الفاظ ہرگز ہرگز استعمال نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی شخص غلطی سے حضور کو نبی یا رسول کہکر پکارتا۔ فی الفور اس کی غلطی کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اور اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ آپ نبی یا رسول نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو نبی یا رسول کہنا کسی طرح سے درست اور جائز نہیں۔ ہاں جب تک حضور کو یہ علم نہیں ہوا تھا۔ کہ اس لفظ کے اطلاق سے اسلام میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت تک حضور ان تصریحات کے ساتھ کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں۔ بلکہ محدثیت کا ہے۔ اور یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف محدثیت کا دروازہ کھلا ہے۔ نبوت کا دروازہ ہرگز نہیں کھلا۔ یہ الفاظ بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ کہ محدثیت ایک قسم کی نبوت ناقصہ یا جزوی نبوت ہوتی ہے۔ اور ان معنوں میں مجھے بھی باوجود نبی اور رسول نہ ہونے کے جزوی نبی یا ناقص نبی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ میں محدث ہوں۔ اور محدث ان معنوں میں نبی کہلا سکتا ہے۔ لیکن جب حضور کو علم ہوا۔ کہ اس سے اسلام میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو حضور نے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو ایک خاص اشتہار کے ذریعہ سے اعلان شائع کر دیا کہ جہاں کہیں میں نے ایسا لکھا ہے۔ اسے کاٹا ہوا اور منسوخ سمجھا جائے۔ اور اس کی بجائے محدث کا لفظ سمجھا جائے وہ اعلان یہ ہے۔

اعلان ۳ فروری ۱۸۹۲ء

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین۔ اما بعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام وتوضیح مرام وازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنے کی رو سے